

مجموعہ اصلاحیات مولانا ابوالحسن علی ندوی ۹

تحفہ دینِ دانش

دورہ مالوہ۔ اکتوبر، اندور۔ (نومبر ۱۹۸۳ء) کی تقریروں کا
مجموعہ، جن میں ملک کے تیزی سے بدلتے ہوئے، بلکہ بگڑتے ہوئے حالات،
اخلاقی بحران، مسلم معاشرے کی تشویش انگیز کمزوریوں اور بیماریوں کی
تشاہدہ اور ان کا علاج بتایا گیا ہے اور دینی تعلیم کی ضرورت اہمیت کا
احساس دلایا گیا ہے اور اس کی طرف سے غفلت پر تنبیہ اور خطرناک
نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے دانشوروں اور ملک ملت کے دردمندوں
کے لئے ایک اصلاحی دعوت۔ پیغام اور ایک نقشہ عمل۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی

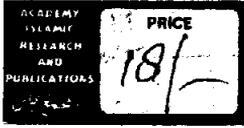
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول

۵۱۴۰۷ — ۶۱۹۸۷

کتابت _____ ظہیر احمد کاکوری
 طباعت _____ لکھنؤ پبلیشنگ ہاؤس (آفٹ)
 صفحات _____ ۱۱۲
 قیمت _____



باہتمام

مجموعیات الدین ندوی

طابع و ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
 ۱۱۹ لکھنؤ
 پوسٹ

(ندوة العلماء)

فہرست عناوین

”تحفہ دین دانش“

۲۷	حضرت ابو بکرؓ کا کارنامہ	۷-۵	پیش لفظ
۲۹	شریعت پر عمل نہ کرنے کی بے برکتی		انسانی معاشرہ میں عدل و احسان (انصاف اور نیکی) کی اہمیت
۲۹	عربوں سے عبرت لیجئے	۲۰-۹	
۳۱-۳۱	دین و علم کا دائمی رشتہ	۷	بھرے بازار اور شاہراہ عام پر کی جلا
۳۲	اسلام اور علم کا رابطہ	۱۰	والی بات کی اہمیت و تاثر
۳۳	پہلی وحی میں علم و قلم کا تذکرہ		معتدل و پرسکون NORMAL حالات
۳۴	تعلیم و تعلم کی ضرورت اور اس کا انتظام	۱۱	وفضائی ضرورت
۳۵	حفاظت قرآن کا مفہوم	۱۳	اس عہد اور معاشرہ کی سب سے بڑی کمی
۳۶	فضلاء کے مدارس کا فرض		خود غرضوں اور دولت پرستوں کی انگڑائی
۳۸	عوام کی ذمہ داری	۱۵	اور انسانیت کی پامالی
	سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے	۱۷	عدل و احسان کی برکت
۳۹	بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام	۱۸	خود غرضی ساری خرابیوں کی جڑ ہے
۵۱-۴۲	مدارس دینیہ کے قیام و بقا کے شرائط	۱۹	کیا انسان ہی ماننے کے لئے رہ گیا ہے؟
۴۲	انسانی سعی و کوشش کے آثار و مظاہر	۲۰	راجہ بکر ماجیت کا نانا کیوں زندہ ہے؟
۴۳	مردم خیز شہر اور قصبہ		شرفا اور اونچے گھرانوں کی خاص بیماریاں
۴۴	مالوہ کی قدیم تاریخ	۳۰-۲۱	اور ان کے لئے ترقی کا واحد راستہ
	رضا کار و ایثار پیشہ خادم دین علماء	۲۲	خواص کے ساتھ خصوصی معاملہ
۴۵	اوپر نگران حکومت و معاشرہ صوفی	۲۲	نزدیکیاں را پیش بود حیرانی
۴۸	اجتماعی کام کی شرطیں	۲۵	شرفا کی بستیوں میں فلاکت کیوں؟
۴۹	عمارت کے تین تپھر		تاریخی بستیوں اور اونچے خاندانوں کی
۴۹	مسلمانوں میں تعاون کی کمی	۲۵	خاص بیماریاں اور کمزوریاں
۵۰	پہلے دل جوڑنا پھر ایٹیس	۲۶	اتحاد و اتفاق کے لئے ایثار و قربانی

نانشاد نثادی آباد سے عبرت و مواعظت		نکاح ایک عظیم وسیع مکمل و مسلسل عبادت	
۸۸-۷۷		۶۱-۵۲	
۷۷	کھنڈروں اور آثار قدیمہ کا شہر	۵۲	دو عبادتیں جن سے غفلت عام ہے
۷۹	زوال پذیر ملکوں اور سلطنتوں سے سبق		بڑی بڑی عبادتیں اور فرائض اس وقت
۸۰	فاتحین اور حکمرانوں کی ایک غلطی		تک عبادت نہیں ہے جس تک آدمی ان
۸۱	عرب فاتحین اور کین کا انبیاز	۵۴	میں مشغول ہے۔
۸۲	اصل آبادی کو نظر انداز کرنے کی غلطی	۵۵	جمالی و جلالی عبادت
۸۳	بربر کی مثال	۵۶	عجیب و غریب عبادت
۸۴	اسپین کی عرب حکومت کی غلطی	۵۷	شریعت کا اعجاز
۸۴	غلطی کا اعادہ نہ ہو		شریعت محمدی اب بھی جوان ہے اور
۸۷	صوفیاء کے کرام کا کارنامہ	۵۸	اس کی حکومت قائم
۹۳-۸۹	صحت مند معاشرہ کی زندگی کے تین اصول	۶۰	محبوب سنت
۹۲	مکاتب کا نظام	۶۱	وسیع و متنوعی ثواب
مناور کوس طرح منارہ نور بتایا جا سکتا ہے		مسلمان کی اہل طاقت و قیمت ایمان	
۱۱۰-۹۴		۷۶-۶۲	وسیرت ہے
۹۴	دین کا اصل موضوع اور ضوابط الہی کی قیمت	۶۳	مسلمان کے دوا وجود
۹۶	آخرت کی عظمت و وسعت	۶۵	ظاہر چ کی قیمت اس کی سبب سے ہے
۹۸	دین پر عمل کرنے سے دنیا میں بہشت کا اثر	۶۶	مسلمان پر بھی فکری و اخلاقی قانون نافذ ہے
	دین پر عمل کرنے کی برکتوں کو دیکھنے کیلئے	۶۷	پاور باؤس سے کنکشن ضروری ہے
۱۰۰	دنیا سفر کے آئیگی	۶۸	ماہرہ الانبیاز صفت
۱۰۱	دین پر ناقص عمل اور شریعت کے حصے بخرے	۶۹	مسلمانوں کی اصل طاقت
۱۰۳	امت محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ	۷۰	معنوی خود کشی
۱۰۴	عقائد و عبادات میں مسلمانوں کا طرز عمل	۷۱	ایمان و وسیرت کی کرامت
۱۰۵	ہم نے اپنی زندگی سے لوگوں کو اسلام سے روکا	۷۳	ہندوستان پر پھاراجی اور اس کی ذمہ داری
۱۰۶	اسکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی نحوست	۷۴	مسلمان کے انبیازات
	عقائد و اعمال کی تاثیر اور معاصی کے	۷۵	ملک کے حالات میں تبدیلی
۱۰۷	نتائج و اثرات	۷۵	ملک تباہی کی لہر ہے اور سلطان اس کو بچا سکتے ہیں



پیش لفظ

الحمد لله والصلاة والسلام على عبادة الذين اصطفى

اما بعد، پیش نظر کتاب ان تقریروں اور خطابات کا مجموعہ ہے جو نومبر ۱۹۸۳ء کے آخری ہفتہ میں ماوہ (ضلع اندرو اُجین) کے مختلف مقامات پر مختلف تقریبات اور عنوانات کی گئی تھیں، یہ سفر اصلاً عزیز القدر محرمی ندوی (فرزند عزیز گرامی مولوی قاضی محمد عین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء) کی تقریب ثنادی میں شرکت کے لئے عزیز و منتخب رفقاء کی معیت میں جن میں صاحبزادہ گرامی قدر مولانا محمد سعید مجددی بھوپالی، مولانا عبد الکریم صاحب پارکھ (ناگپور)، مولانا برہان الدین صاحب سنجلی استاد تفسیر حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں کیا گیتھا، لیکن سفر ایک خوشگوار اور عزیز تقریب میں شرکت اجاب سے ملاقاتوں اور قابل دید مقامات کی سیر اور تفریح میں محدود نہیں رہا، ملک کے تیزی سے بدلتے ہوئے، بلکہ بگڑتے ہوئے حالات، اخلاقی بحران، مسلم معاشرے کی تشویش انگیز کمزوریوں اور بیماریوں، دینی تعلیم کی ضرورت اور اس کی طرف سے مسلمانوں کی غفلت کے شدت احساس، شرفاء کے قدیم قصبات اور نماز خانوں کے انحطاط و انتشار نیز تاریخی مطالعہ

اور ذوق اور واقعات و حقائق و انقلابات سے عبرت حاصل کرنے اور فائدہ اٹھانے کی عادت نے اس کو ایک دعوتی، اصلاحی اور علمی و تاریخی دورے میں تبدیل کر دیا، اس مجموعے میں جو تقریریں شامل ہیں ان میں ان سب محرکات، مؤثرات اور اس پس منظر اور ماحول کی جھلکیاں دکھی جاسکتی ہیں، اور اسی افادیت و پیغام کی بنا پر (جن کے یہ خطابات حامل ہیں) اس مجموعے کی اشاعت کا نہ صرف جواز و استحقاق بلکہ اس کی ضرورت اور اس کے مفید و دلچسپ اور پُر اِز ماحولیات اور فکر انگیز ہونے کا اطمینان حاصل ہوا، ایک عرصہ تک یہ مجموعہ مسودات میں پڑا رہا، اب جب بعض گوشوں کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی اور اس پر نظر ڈالی گئی تو اس کی طباعت و اشاعت کا فیصلہ کیا گیا، اور وہ ”مجلس تحقیقات و نشریات اسلام“ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

مصنف کو اس سے پہلے کشمیر کے سفر کے بعد ”تحفہ کشمیر“ دکن کے دعوتی و علمی دورے کے بعد ”تحفہ دکن“، بنگلہ دیش کے سفر و قیام کے بعد ”تحفہ مشرق“ اور پاکستان کے ایک سفر کے بعد ”تحفہ پاکستان“ پیش کرنے کی سعادت و مسرت حاصل ہوئی، جن میں نہ صرف ان علاقوں کے لئے جن کا دورہ کیا گیا، دعوت و پیغام اور فتنہ عمل پایا جاتا ہے، بلکہ ان میں دوسرے علاقوں کے حقیقت پسند دانشور اور

۱۷ اس سے پہلے نومبر - دسمبر ۱۹۶۶ء میں مدھیہ پردیش کا ایک اور دورہ ہوا تھا، جس میں بھوپال، اندورا، جین، دھاروا، انڈور، شامل تھے، اس کی مفصل روداد مولوی اسحاق جلیس ندوی مرحوم مدیر ”تعمیر حیات“ نے بڑے سلیقہ سے مرتب کی تھی جس کو مکتبہ عثمانیہ رائے بریلی نے ”تحفہ انسانیت“ کے نام سے شائع کیا، اور جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

ملک و ملت کا درد رکھنے والے حلقوں کے لئے کبھی سامانِ موعظت اور غور و فکر کے لئے اہم مواد موجود ہے، اب وسط ہند کے اس علاقہ کا دورہ کرنے کے بعد جو ہندوستان کے قدیم تاریخ میں قائم نہ کردار ادا کر چکا ہے، اور مسلمانوں کے دور افتادار اور قیادت میں بھی، اپنی ذہنی، علمی، انسانی صلاحیتوں کا ثبوت دے چکا ہے، اور جہاں بھوپال جیسا شہر ہے جو انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل تک علوم اسلامیہ کی تدریس اور نشر و اشاعت میں تیز آرزو میں کامیاب تھا، اور جہاں نویں اور دسویں صدی ہجری میں مانڈو جیسا حکومت و تمدنِ علم و ثقافت اور فقر و درویشی کا مرکز رہ چکا ہے جس کے دارالسلطنت نے دہلی اور شیراز ہند جو پور سے آنکھیں ملائی ہیں، اور بعض اوقات اپنی برتری اور مردم جیزی کا سکہ منوایا ہے، یہ علاقہ اس کا مستحق تھا کہ اس کے دورے کے بعد بھی "تحفہ دین و دانش" (تحفہ مالوہ) کے نام سے وہاں کے رہنے والوں کی خدمت میں بلا واسطہ اور باہر کے اہل علم اہل ذوق اور ملک و ملت کے لئے فکر مند اصحاب کی خدمت میں بالواسطہ تحفہ پیش کیا جائے اس مجموعہ کی اشاعت اداعے فرض اور جذبہ تشکر و احسان مندی کی تکمیل و تکمیل ہے۔

ابوالحسن علی
دائرۂ شاہ علم اللہ رائے بریلی

۵ اگست ۱۹۸۶ء
۲۸ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ

انسانی معاشرہ میں عدل و احسان (انصاف اور نیکی) کی اہمیت

[یہ تقریر اکتوبر ۱۹۸۳ء بروز جمعرات، شہر کی ایک عام شاہراہ (سڑک) پر کیا گیا تھا، اور جس میں بڑی تعداد میں شہر کے تعلیم یافتہ اور عام عوام بھی شریک تھے، مقرر نے ابتدا میں سورہ نحل کی آیت۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَأَنَّ أَحْسَنَ دِينٍ الَّذِي كُفِّرُ بِهِ
عَنِ الْفُجْأَةِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبِغْيِ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝
(سورہ نحل - ۹۰)

یہ شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور
احسان کا اور اہل فراہت کو دینے کا
حکم فرماتے ہیں، اور کھلی برائی اور
مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے
ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت
فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

کی تلاوت کی اسی کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا۔]

بھرے بازار اور شاہراہ عالی پر کی جانے والی بات کی اہمیت و تاثر

میرے بھائیوں اور دوستوں! ہم لوگ اس کے عادی ہیں کسی ماں یا بہت پر سکون جگہ پر تقریر ہو، جہاں اگر کوئی سوئی بھی گر جائے تو آواز آئے، اور سب لوگ کان لگا کر سن رہے ہوں لیکن میں بہت خوش ہوں کہ آج عین بازار میں جلسہ ہو رہا ہے میرا خیال یہ ہے کہ جب تک کوئی بات بازار میں نہ آئے بازار میں اس کا چرچا نہ ہو اور بازار والے اس کو قبول نہ کر لیں، اس کا اعتبار نہیں، اس وقت بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم مدرسوں میں، مسجدوں میں اور ہمارے بہت سے بھائی مندروں میں، پاٹ نشالاؤں میں بات کرتے ہیں لیکن ان کی حیثیت ایسی ہے، جیسے سمندر میں کوئی جزیرہ ہو، وہاں آپ جو چاہئے کر لیجئے، سمندر کو اس کوئی مطلب نہیں ہوتا، یا ہوائی جہاز پر آپ اڑ رہے ہوں، وہاں باتیں کر رہے ہوں، اور آپ کے آس پاس کے حضرات دوجار، چھ آدمی وہاں سن رہے ہوں، اور آپ خوش ہو رہے ہوں کہ ہم نے اتنی اونچائی سے یہ بات کہی ہے کہ اب یہ بات ضرور دنیا میں چل جائے گی تو جہاز تو چلے گا، مگر آپ کی بات نہیں چلے گی، اس لئے کہ آپ کی بات اس جہاز کے اندر گونج کر رہ جائے گی، اب بھی دنیا سے سچائی ختم نہیں ہوئی، اچھی بات کہنے کا چیلن ختم نہیں ہوا، مگر وہ ہوائی جہازوں میں کہی جانے لگی، یا کسی گنبد اور اونچے محل میں کہی جا رہی ہے، اور دنیا میں ہو کچھ رہا ہے باتیں بڑی اونچی اونچی

کہی جاتی ہیں، لیکن اونچی جگہ سے کہی جاتی ہیں، اونچے ہی لوگ کہتے ہیں، اونچے ہی لوگ سنتے ہیں، اونچی جگہ پر کہتے ہیں، مگر ہم آپ جو زمین پر چلنے والے ہیں وہ اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ بات ابھی عام زندگی کی سطح پر نہیں آئی، میں پڑھنے لکھنے والا آدمی ہوں، ایسی جگہ لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں، جہاں پڑ پاپر نہ مار سکے، مجھے یہاں بازار میں کھلی سڑک پر گھبرانا چاہئے تھا، ڈسٹرب **DISTURB** ہونا چاہئے تھا، مگر زندگی نے مجھے کچھ سبق دیا ہے، اس کی بنا پر میں خوش ہوں، اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ جاری ہو کہ جو باتیں مدرسوں اور مسجدوں کے اندر کہی جاتی تھیں، کبھی ریڈیو پر کہی جاتی ہیں، وہ باتیں بازار میں کہی جائیں۔

ہندوستان کی آزادی کی تحریک جب تک کہ ہال میں رہی، لائبریری میں رہی، اور اسکالرز کے درمیان رہی، دانشوروں، فلاسفروں اور تھنکرز **THINKERS** کے درمیان رہی، ہندوستان ٹس سے مس نہیں ہوا، نہ انگریزی حکومت ٹس سے مس ہوئی، لیکن جب پیبلک جلسے ہونے لگے، جب پارکوں میں وہ بات کہی جانے لگی، جب برسر بازار، برسر راہ وہ بات کہی جانے لگی، تو ہندوستان کی برطانوی حکومت ہل گئی، جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی قلمرو میں سورج ڈوبنا نہیں ہے، اگر یہاں ڈوبنا تو کہیں نکلا ہوا ہوتا ہے، تو سڑکوں اور بازاروں میں جلسے، عوامی جگہوں پر اجتماعات، یہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔

معتدل و پرسکون NORMAL حالات و فضا کی ضرورت

اس وقت دنیا کو آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی ہے، جہاں بھٹ جانے والا

مادہ ہوتا ہے، میں سیدھی سیدھی بات آپ سے کہتا ہوں، ذرا آپ سوچئے،
 اس وقت آپ لوگ بہت شائستہ (शान्त) ہو کر، بہت اطمینان سے
 میری بات سن لے رہے ہیں، اگر کبھی پانی برسنے لگے تو ایک کا بھی بیٹھنا مشکل ہے،
 اسی طریقہ سے اگر کوئی جانور آجائے، بات کیا ہے؟ اچھی بات ہو، مذہب کی بات
 اخلاق کی بات ہو، عقل کی بات ہو، سمجھ کی بات ہو، انصاف کی بات ہو، سب نارمل
 حالت میں کہی جاتی ہے، سنی جاتی ہے، اگر نارمل حالت نہ ہو، اگر غیر معتدل
 ABNORMAL حالات ہوں، فضا بالکل بگڑی ہوئی ہو، بجلی چمک رہی ہو، کلاب گری
 تب گری، اور بادل گرج رہے ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ٹوٹ جائیگا، اور پانی
 موسلا دھار برس رہا ہو، تو اگر کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا مفر بھی ایسٹج پر آئے اور
 کہے کہ میں تمہیں بڑی حکمت کی باتیں سنانے والا ہوں، کوئی سننے کے لئے تیار نہیں ہوگا،
 یہ انسان کی فطرت ہے، انسان نارمل حالت میں جب اس کی طبیعت کو سکون ہونا
 ہے، کوئی ڈر نہیں ہوتا، کوئی خطرہ نہیں ہوتا، وہ بہت زیادہ بیمار نہیں ہوتا، بہت
 زیادہ بھوکا نہیں ہوتا، بات غور سے سنتا ہے اور مانتا بھی ہے اور کوئی اندر کی
 پریشانی ہو، یا باہر کی پریشانی ہو تو پھر جا ہے سرکاٹ کر رکھ دیجئے، انسان منتا نہیں
 ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اس ملک ہندوستان ہی میں نہیں، ساری دنیا میں
 نارمل حالات ہوں، تاکہ کام کرنے والوں کو کام کا موقع ملے، پڑھانے والوں کو پڑھانے
 کا موقع ملے، لٹریچر لوگوں کو لٹریچر کی خدمت کا موقع ملے، جو شاعر ہیں، انھیں شاعری
 کا موقع ملے، جو آرٹسٹ ہیں ان کو اپنے آرٹ میں اپنا کمال دکھانے کا موقع ملے، جو دانشور
 ہیں، اسکالرز ہیں، ان کو تحقیق کرنے اور ریسرچ کرنے کا موقع ملے، ریسرچ کے لٹریچر کے

جو بڑے بڑے شاہکار دنیا میں تیار ہوئے، یہ سب نارمل حالات میں ہوئے کسی شخص کے پیٹ میں درد ہو، اس سے کچھ لکھا جائیگا؟ کچھ بولا جائیگا؟ آپ ہزار منطق اس پر صرف کر دیجئے، اس کو قائل کرنے کی کوشش کیجئے، پیٹ میں درد ہے تو کیا بات ہے، ہوتا ہی ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے، آپ تو شعر سنئے، مگر کیا اس سے سنا جائیگا، اور وہ لطف لے سکے گا؟

اس عہد اور معاشرہ کی سب سے بڑی کمی

حضرات! اللہ نے اس ملک کو سب کچھ دیا ہے، مگر کچھ کس چیز کی کمی ہے، وقت پر کام نہیں ہوتا، اور کسی کی مانگ پوری نہیں ہوتی، ذرا سا کام آپ کا ہو آپ کے سفر کرنا ہو، بغیر رشوت دینے ہوئے کوئی کام ہی اس زمانہ میں نہیں ہو رہا ہے، خدا نے زندگی میں کوئی کمی نہیں رکھی اس کو ہر طرح سے مکمل کر کے اس نے دیا، اس دنیا کو ایسا بنا دیا کہ اگر آدمی چاہے تو اس کو زندگی کا حقیقی مزہ آنے لگے، جنت کا مزہ چاہے آئے نہ آئے، جینے کا مزہ ضرور آجائے، پریم ہو، محبت ہو، وقت پر کام ہو، پاؤں پھیل کر آنکھ بند کر کے خوب ٹیٹھی نیند سوئیے، نہ چور کا کھٹکانہ ڈاکو کا دھڑکانہ کسی ٹیڑھے کا غم، کسی چیز کی کوئی فکر نہ ہو، سونا اچھلتے ہوئے چلے جائیے، کوئی پوچھنے والا نہ ہو، کوئی دیکھنے والا نہ ہو، یہ سب کچھ ہے، پھر آپ سوچئے کہ کس چیز کی کمی ہے، سائنس نے کتنی ترقی کی، ممکنہ لوجی نے کتنی ترقی کی کہ دنیا میرا ب سردی، گرمی کو کسٹروں کر لیا گیا ہے، بیماریوں پر کسٹروں کر لیا گیا ہے، فاصلے ختم کر دیئے گئے ہیں، اور اب اسپیس SPACE کوئی چیز نہیں ہے، یہ سب کچھ ہوا، لیکن نتیجہ کچھ نہیں

مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے۔

بات کیا ہے؟ چیزیں بنیں مشینیں بنیں، مگر آدمی نہیں بنا، ان مشینوں سے کام لینے والا آدمی تھا، وہ نہیں بنا، اور آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی تھا، اور مشینیں نہیں تھیں، تو دنیا کیسی شکھی تھی، راجہ بکر ماجیت کا زمانہ یاد کیجئے جس کو آج تک لوگ یاد کرتے ہیں، اور آپ کے شہر کا بہت بڑا نام ہے کہ بکرمی جتڑی آپ کے شہر سے شروع ہوئی، راجہ بکر ماجیت کے زمانہ میں میں آپ سے پوچھتا ہوں، مشینیں تھیں؟ یہ مالک تھا جس سے دوڑ تک آواز پہنچائی جاسکے، یہ ریڈیو تھا، ٹی، وی تو خیر ابھی آیا ہے، لیکن ریڈیو بھی تھا؟ مگر کیا تھا؟ کان تھے، دل تھا، اور کان تھے تو مالک ہونہ ہو، لاڈ ڈا اسپیکر ہونہ ہو، ریڈیو ہونہ ہو، ELECTRICITY ہونہ ہو، پھر بھی آدمی دور کی بات بھی سن لیتا تھا، اور مان لیتا تھا، اپنے فائدے کی بات، دوسروں کے فائدے کی بات، اب مصیبت یہ آئی ہے کہ مشینیں موجود، اچھی سے اچھی بات دور سے دور جگہ تک آپ پہنچا سکتے ہیں، مگر آدمی سننے کے موڈ میں نہیں، اس کا سننے کو جی ہی نہیں چاہتا، وہ تو بس پیسہ کے پیچھے آرام کے پیچھے، عیش کے پیچھے، مالدار بن جانے کے پیچھے، عزت دار بن جانے کے پیچھے اور کرسی کے پیچھے ایسا دیوانہ ہو کر پڑا ہے کہ اس کو کچھ ہوش نہیں ہے اب کیا فائدہ ان چیزوں کا؟ بلکہ یہ چیزیں اور زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں، آدمی جس کی نیت خراب ہے، ان سے برا کام لے سکتا ہے۔

بھائیو! ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ اچھے کام ہیں، یہ کام جب ہو سکیں گے اور

ان کا تحفظ PROTECTION ان کی گاڑی اس وقت سے جب عام فضا ATMOSPHERE

درست ہو، جب کہ ہمارے آپ کے بازاروں کی زندگی اچھی ہو، بازار میں جو لوگ آتے ہیں، دکانوں پر بیٹھتے ہیں، سود خریدنے آتے ہیں، گھر لے جاتے ہیں، یہ جب اچھے آدمی ہوں گے، پھلے آدمی ہوں گے، خدا سے ڈرنے والے اور انسان سے محبت کرنے والے ہوں گے تو پھر اس کے بعد ہر اچھا کام ہو سکے گا، ہندوستان میں سیکرٹوں یونیورسٹیاں ہیں، لیکن روز جھگڑا ہے، لڑکے پڑھنا نہیں چاہتے، پتھر پڑھانا نہیں چاہتے، وہ ڈگری چاہتے ہیں، یہ تنخواہ چاہتے ہیں، ان یونیورسٹی والوں سے پوچھیے، وہ فریاد کرتے ہیں، صاحب کہاں کا پڑھنا، کہاں کا پڑھانا؟ نہ ہمیں پڑھانے کا شوق ہے نہ انھیں پڑھنے کا شوق، اور ہمیں پڑھانے کا شوق ہو بھی تو ان کو پڑھنے کا شوق نہیں، وہ تو ڈگری لینے کے لئے آتے ہیں، وہ تو کہتے ہیں کہ ہماری حاضری لکھ لیجئے، بلکہ یہ مطالبہ ہونے لگا ہے کہ بغیر امتحان کے ڈگری دے دی جائے، بی، اے ہو گیا، ایم، اے ہو گیا، ایل ایل بی ہو گیا، کہتے ہیں کہ امتحان کو ختم ہی کرادو۔

خود غرضوں اور دولت پرستوں کی سنگدلی اور انسانیت کی پامالی

بھائیو! سامان ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اصل میں من ہے، اصل میں آدمی کی روح ہے، وہ اگر صحیح ہو جائے، کانشنس (CONSCIENCE) اس کا صحیح ہو جائے، اور وہ چیزوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا سیکھ جائے تو تھوڑا سامان بھی بہت ہے، بلکہ سامان کچھ بھی نہ ہونے کا بھی کام چلا لے گا، خدا کے پیغمبروں نے بہت تھوڑے سامان کے ساتھ بہت بڑا کام کیا، آج اتنے بڑے سامان کے ساتھ کچھ کام نہیں ہو رہا ہے، بات کیا ہے؟ ہمارے اوپر ان چیزوں کی حکمرانی ہے، وہ چیزیں

DOMINATE

کر رہی ہیں، ہم پر حکومت چلاتی ہیں، جو انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں، اور انسان
 کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں، انسان ان کا غلام بن گیا ہے،
 اب انسان ان کے پیچھے آنکھ بند کر کے ایسا پڑا ہے کہ آدمی اپنے جیسے انسانوں کو
 روندنا ہوا، ان کی لاشوں پر چلتا ہوا وہاں پہنچنا چاہتا ہے آج یہ حالت
 ہو گئی ہے کہ بہت سے آدمی ایسے ملیں گے کہ جنہیں معلوم ہو جائے کہ پیسے کس بغیر
 نہیں ملے گا، ترقی اس کے بغیر نہیں ملے گی کہ آدمیوں پر پاؤں رکھنا ہوا چلا جائے،
 کسی کے پیٹ پر اور کسی کے سینہ پر اور کسی کے منہ پر تو بہت سے لوگ ایسے ہوں گے
 جو اس کی پرواہ نہیں کریں گے آدمیوں کو روندنے ہوئے نکلیں گے اور آدمیت تو
 روندی جا ہی رہی ہے آدمی کو روندیں نہ روندیں لیکن آدمیت کو تو روز روندنا
 جا رہا ہے پاؤں سے اس کو کچلا جا رہا ہے اس کو ذلیل کیا جا رہا ہے ہمارا پیام
 یہ ہے کہ آدمیت پیدا کیجئے، اور فضا درست رکھئے، تاکہ سب اچھے کام ہو سکیں،
 ورنہ بھلائی کسی کام کی خیریت نہیں ہے، اگر فضا اچھی نہ ہوئی، اور یہی بجلیاں
 چمکتی اور کووندتی رہیں، بادل گر جتے رہے پانی برتا رہا۔ فرض کیجئے کوئی کتابھی
 بیچ میں آگیا، اور کسی نے بکار کر کے کہہ دیا کہ بھڑیا، بھڑیا، پھر کوئی نہیں سنے گا
 نارمل فضا رکھو تاکہ ہر اچھا کام ہو سکے، نہیں تو نہ علماء و عظماء کہہ سکیں گے، نہ کوئی
 بھلا آدمی پیغام دے سکے گا، کوئی کسی کی سنے گا ہی نہیں، جب زلزلہ آتا ہے
 (اللہ بچائے) تو پھر کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہتا، آگ لگتی ہے تو ماں باپ
 بچوں تک کو بھول جاتے ہیں، جنگ عظیم GREAT WAR میں یہ حالت بھی کہ کسی کو
 کسی کا ہوش نہیں تھا تو بس ہم یہ کہتے ہیں کہ امن و امان ہے آدمی آدمی کی قدر

کرے آدمی آدمی سے محبت کرنا سیکھے۔

آپ کے یہاں کالی داس ہوئے ہیں جو بہت بڑے نثار تھے، آج تک ان کا کلام زندہ ہے، ان کا زمانہ امن کا زمانہ تھا، شانتی PEACE کا زمانہ تھا، نارمل حالات تھے، جب جا کر انہوں نے ایسی زندہ جاوید چیز تیار کی جو آج تک پڑھی جاتی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں نارمل حالات رہیں، تاکہ اخلاق کے سکھانے والوں کو اخلاق سکھانے کا موقع ملے، علم سکھانے والوں کو علم سکھانے کا موقع ملے، انسانیت سکھانے والوں کو انسانیت سکھانے کا موقع ملے۔

عدل و احسان کی برکت

ابھی قرآن شریف کی آیت پڑھی گئی، "إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاكَ ذِي الْقُرْبَىٰ" اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ انصاف JUSTICE کے اصول کو اپنائیے اور احسان کو اپنا شعار بنا لیں، انصاف تو یہ ہے کہ جتنا دینا ہے دے دو، اور احسان یہ ہے کہ اس سے کچھ زیادہ دے دو، انصاف یہ کہ جتنا کرنا ہے کرو، اور احسان یہ کہ اس سے بھی زیادہ کرو، اگر تمہارے ساتھ کسی نے نا انصافی کی اور تم انصاف کرو، یہ احسان ہوگا، یہ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے، سب مذہبوں نے تعلیم دی، اور اسلام نے تو ایسی دی کہ ایک نئی دنیا بنا کر رکھ دی، اس زمانہ کا جو سماج تھا، اس کے حالات آپ پڑھیں، کوئی حد ہے، ایک آدمی نے پاس والے گھر کو کوئی چیز جو اس کے یہاں تھی بھیجی تھی، تھوڑی دیر کے بعد اسی کے گھر میں واپس آگئی، کیسے واپس آئی؟ ہم نے تو اسے گھر سے نکال دیا تھا

اس نے اس گھر کو بھیجی تھی اس گھر والے نے اس گھر کو بھیجی، اس گھر والے نے اس گھر کو بھیجی، اور چکر کھا کر کے پھر اسی کے یہاں آگئی، اپنا ہی تحفہ واپس اپنے پاس آگیا، اور اس سے بڑھ کر کے یہ کہ ایک زخمی جان دے رہا ہے، بالکل جان کنی کی حالت ہے، اور پانی پینا کیا جاتا ہے تو کہتا ہے نہیں میرے پاس ایک دوسرا زخمی پڑا ہوا ہے، میں نے اس کی کراہ ابھی سنی ہے، اس کو دیکھے، اس کو دیا تو اس نے کہا تیسرے کو دیکھے، تیسرے، پوچھے، اخیر میں وہ جب اس کے پاس آیا تو وہ مرجکا تھا، وہ بھی مر چکے تھے، وہ سب تو مر چکے تھے، لیکن اخلاق کو زندہ کر گئے، اور زندگی کی تعلیم دے گئے کہ اللہ کے بندے شہر زد اس طرح کرتے ہیں کہ جان دے دیں، لیکن اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیں۔

خود غرضی ساری خرابیوں کی جڑ ہے

آج دنیا کی ساری خرابی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام نکال لینا چاہتا ہے (معان کیجئے ہماری یو، پی کی زبان میں "اپنا اٹو سیدھا کر لینا" چاہتا ہے) چاہے کسی کی جان جائے، چاہے کسی کے بچے مر جائیں، بس اپنا اٹو سیدھا ہو، سارا فساد اس وقت اسی وجہ سے ہے، ریلوں میں کیا ہو رہا ہے؟ ڈاکے پڑے ہیں، محکموں میں کام نہیں ہو رہا ہے، آدمی کو اپنا حق نہیں مل رہا ہے، کوئی کام وقت پر نہیں ہو رہا ہے، ڈاک خانے جو پٹ، اور ٹیلی فون کو تو پوچھیے نہیں، وہ تو بالکل سنبھانا س، اور ریلوں کی بڑی گت ہے، نہ وقت کی پابندی نہ کسی کے اندر ڈیوٹی کا احساس، نہ ذمہ داری کا شعور، اب کیسے یہ کارخانہ چلے؟

کیا انسان ہی مارنے کے لئے رہ گیا ہے؟

آج انسان آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، آدمیوں کو مارنے والوں سے پوچھتا ہوں، ذرا بناؤ تم نے اپنی زندگی میں کتنے بچھو مائے ہیں، ذرا لکھ کر مجھے دو، ایک بچھو نہیں مارا ہوگا، ایک سانپ نہیں مارا ہوگا، ایک بھڑیئے کا شکار نہیں کیا ہوگا تو کیا آدمی ہی رہ گیا مارنے کے لئے؟ خدا کے غضب سے نہیں ڈرنے ہو، کیا آدمی بچھو سے بھی گیا گذرا، سانپ سے بھی گیا گذرا ہے کتنے چوہے مائے یہی بتا دیجئے؟ چوہے بڑا نقصان کرتے ہیں آپ نے کتنے چوہے مائے؟ یہ جو بڑے تیس ماڑھاں بنے ہوئے ہیں، رستم بنے ہوئے ہیں، اور جن کے ہاتھ انسانوں کے خون سے سرخ ہو رہے ہیں، انھوں نے کتنے موذی جانور مائے ہیں؟ ایک نہیں مارا ہوگا، آدمی مارنے کے لئے شیر ہیں، اور شیر مارنے کے لئے بلی، شرم آنی چاہئے کسی کے باغ میں جا کر کے ایک پھول کو مسلو، معلوم ہو جائیگا کہ تمہارا کیا حشر ہوتا ہے؟ باغ کے مالک ایک پھول خراب کرنے اور ایک گلاب کا پودا نکالنے کے روادار نہیں، تو کیا اللہ میاں اپنے اس چمنستان میں ریپنڈ کرے گا کہ وہ بنائے اور تم بگاڑو، کہہ مار ہی کے یہاں جا کر کبھی دیکھ لو دو چار گھڑے توڑو، دیکھو کیسے آتے ہو، ہر کبھی تمہارا مسلتا رہتا ہے کہ نہیں، دو ٹکے کا کہہ مار نہیں بغیر مارے نہیں چھوڑے گا، کہہ مار کے گھڑے نہیں توڑ سکتے ہو، اللہ میاں کے بنائے ہوئے یہ پھول، اللہ کے بنائے ہوئے یہ گلہ سنے، اللہ میاں کے بنائے ہوئے یہ شیش محل، اللہ میاں کے بنائے ہوئے یہ تاج محل، جس پر ہزار تاج محل قربان ہوں، تاج محل کیس کا بنایا ہوا ہے،

انسان کا، انسان کس کا بنایا ہوا ہے، خدا کا، پھر اس تاج محل کی کیا حقیقت ہے انسان کے سامنے، اللہ رب العالمین تاج محل بنائیں، تم توڑو، ذرا اگر وہ تاج محل پر تم ہاتھ اٹھا کر دیکھو، گردن تمھاری ناپی جاتی ہے کہ نہیں؟ اپنے یہاں کے جو آثار قدیمہ ہیں، جو خود گرے ہیں، ان پر کہیں ہاتھ اٹھا کر دیکھو، پس اللہ رب العالمین کی بتائی ہوئی چیزیں ہی ایسی سستی ہیں کہ ان کی کوئی قیمت ہی نہیں، جب چاہو ان کو توڑ کر رکھ دو، صاف سن لو، فسادات کر کے، آدمیوں کو مار کر کے، رشوت لے کر، کام چوری کر کے، ملک بے گناہ نہیں، چاہے اس کی پشت پر امریکہ ہو، چاہے روس ہو، سن لو، صاف بات، اپنا گھر اگر تم بگاڑو گے، کوئی دوسرا سنبھال نہیں سکتا، اپنا گھر اپنے ہی ہاتھ سے بنتا ہے، اپنے گھر کو سنبھالو۔

راجہ بکر ماجیت کا نام کیوں زندہ ہے؟

ہندوستان میں معلوم نہیں کتنے راجا آئے اور چلے گئے مگر بکر ماجیت کا نام زندہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انصاف تھا، اس زمانہ کے مطابق ان کو رہنمائی ملی، اس کے مطابق انھوں نے انصاف کیا، ہم نے تاریخ میں پڑھا بھی ہے کہ وہ نصف تھے اور بہت اچھے راجہ تھے جب ہی ان کا نام ابھی تک زندہ ہے ان کے اسی شہر میں آج بھی کہتا ہوں کہ آپ یہاں کی فضا کو درست رکھئے، تاکہ اچھے لوگ اپنا کام کر سکیں، لکھ پڑھ سکیں، پیام دے سکیں، لکھا سکیں، پڑھا سکیں، اور اس ملک کی خدمت کر سکیں، اور مالک کی عبادت کر سکیں، جب کہیں فساد ہوتا ہے، تو مسجدوں میں اذان بھی نہیں ہو سکتی، نماز بھی نہیں ہو سکتی، لوگ جاتے ہوئے ڈرتے ہیں، گھر سے نکلنے نہیں۔

شرفا اور اونچے گھرانوں کی خاص بیماریاں اور ان کے لئے ترقی کا واحد راستہ

[۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء بروز جمعرات دیپال پور کی نئی مسجد میں مدرسہ کے
سنگ بنیاد کے موقعہ پر کی گئی تقریر یا
حمد و صلوة کے بعد:-

میرے بھائیو اور دوستو! آپ حضرات بہت دیر سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور علماء کرام اور قرآن مجید کے تارحین اور خدمت کرنے والوں کی تقریریں سنتے رہے ہیں اب بظاہر کسی تقریر کی ضرورت نہیں لیکن اس خیال سے کہ اکثر جگہ جہاں جانا ہوا ہے وہاں کچھ نہ کچھ میں عرض کرتا ہوں، آپ لوگوں کو کہیں خیال نہ ہو کہ ہمیں اگر میں نے کیوں خاموشی اختیار کی اور کچھ نہیں کہا؟ حالانکہ یہاں سے جو تعلق ہے وہ آپ کو معلوم ہے، دیپال پور کے رہنے والوں کی دعوت پر ہی ہم لوگ آئے ہیں اور یہیں کچھ نہ کہا جائے یہ مناسب نہیں، اس لئے میں مجبوراً بیٹھ گیا، ورنہ خدا کے فضل سے آپ کی جھولی قرآن و حدیث کی باتوں، اور اللہ و رسول کے اقوال سے بھر چکی ہے۔

اے مولانا برہان الدین صاحب سبھلی استاد تفسیر و حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مولوی عبد الکریم پارکھ صاحب ناگپوری مراد ہیں۔ اے دیپال پور رفیق عزیز مولوی قاضی معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء کا نانیہال اور موجودہ وطن ہے۔

خواص کے ساتھ خصوصی معاملہ

میں صرف ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون امت برحق کے ساتھ الگ ہے اور دوسری قوموں کے ساتھ الگ ہے اور ہم آپ سب بھی ایسا کرتے رہتے ہیں، مثلاً مکتب میں کئی رط کے بٹھائے جائیں تو ایک رط کا جس سے دور کا تعلق نہیں کہیں پاس پڑوس کا آگیا ہے کسی نے بھرتی کر دیا ہے اس کے خاندان کو بھی ہم نہیں پہچانتے، اس سے کسی قسم کا جذباتی، خاندانی لگاؤ نہیں وہ اگر نہیں پڑھتا تو اسناد یا مدرسہ کے جو ذمہ دار ہوتے ہیں، وہ طرح دے جاتے ہیں، اور ختم پویشی کرتے ہیں، سنی ان سنی بھی کر دیتے ہیں، بھاگ جائے تو بھاگنے دیتے ہیں، لیکن گھر کا کوئی رط کا، کسی معزز گھرانہ کا جن کا اس مدرسہ کے قائم کرنے میں خاص ہاتھ ہوتا ہے، ان کا بڑا احسان ہوتا ہے، یا مدرسہ کے پڑھانے والے استاد وغیرہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ایسے کسی گھر کا لاڈ لایچ مکتب میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا، سبق یاد کرے، نیا یاد کرے، چلو چلنے دو وقت پورا کر کے چلا جائے، یا بھاگتا ہو، چوری کی عادت پڑ جائے تو ایسے ہی منہ پھیر لو، آنکھ بند کر لو، نہیں ہوا کرتا، پھر اللہ تعالیٰ کا اس امت مرحومہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنا جو قانون بنا دیا ہے، عزت کا اور ترقی کا، اس قانون پر چلے بغیر اس کی عزت اور ترقی نہیں ہو سکتی۔

نزدیکیاں را ہمیش بود حیرانی

پھر اس امت مرحومہ میں بھی جن خاندانوں کے افراد کی رگوں میں صدیق اکبرؑ

کا خون ہو، فاروق اعظم کا خون ہو، سیدنا عثمان غنی کا خون ہو، سیدنا علی مرتضیٰ کا خون ہو، حضرات انصار کا خون ہو، مہاجرین کا خون ہو، اللہ تعالیٰ ان کو اس طرح کی ڈھیل نہیں دیتا، ان کے لئے قانون یہ ہے کہ دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں سچھیں کہ اگر کسی کے لئے کوئی بات ایک مرتبہ ضروری ہے تو ہمارے لئے چار مرتبہ ضروری ہے اگر کسی کے لئے فرض پڑھ لینا کافی ہے تو ہمارے لئے سنتیں پڑھنا بھی اور قلیں پڑھنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ ”زردیکا رامیش بود حیرانی جو جتنے نزدیک ہیں، جن کا جتنا قرب ہوتا ہے، ان کو اتنی ہی احتیاط کرنی پڑتی ہے، دیکھئے نا بادشاہوں کے دربار میں جن کو پاس کر سی ملتی ہے، اور جو بڑے عہدہ دار ہوتے ہیں، وہ لکھی بھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتے، اور دوسرے دو آپس میں باتیں بھی کر سکتے ہیں، اڑھکھڑ بھی سکتے ہیں، لیکن جو بادشاہ کے قریب بیٹھا ہوتا ہے، اس کو اگر کھجلی معلوم ہوتی ہے تو ہاتھ نہیں ہلا سکتا۔

بارگشتا بڑا فاتح گذرا ہے، اس نے ہندوستان میں سب سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ لمبی عمر کی سلطنت قائم کی، اس نے کہا کہ میری زندگی میں سب سے بڑے امتحان اور نازک وقت دو گزے ہیں، ایک اس وقت جب میں ایک سفر میں ایک پتھر پر سر رکھ کر سو رہا تھا، میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ ایک سانپ اپنا منہ کھولے ہوئے میرے منہ کے قریب پھینکا رہا ہے، کالا سانپ بڑا زہریلا، اب میں اگر حرکت کرنا ہوں تو مجھے ڈس لے گا، یا معلوم نہیں منہ میں چلا جائے؟ اور اسی حال پر ہے تو بھی چھوڑے گا نہیں، بس میں نے ہمت کی اور اپنے منہ سے اس کے منہ کو دبایا، اور دباؤ دباؤ اس کو کچلا ہوا اٹھایا اور لٹک کر کے اس کو دور جا کر پھینکا اور مارا۔

دوسرا واقعہ یہ کہ میں دربار کر رہا تھا، سلطنتوں کے سفیر آئے ہوئے تھے، مجھے اس زمانہ میں داد کی بیماری تھی، کھجلی کا شدید تقاضا ہو رہا تھا، اور میں کھجلا نہیں سکتا تھا کہ بادشاہ دربار میں کھجائے، اس کے داد ہو یا خارش ہو، اس کے ضبط کرنے میں جو میری حالت ہوئی وہ میں ہی جانتا ہوں، آپ دیکھئے اتنے بڑے بادشاہ نے کتنی بڑی بڑی ہمیں سر کی ہیں، اور کیسی کیسی فتوحات اور خطرہ سے وہ دوچار ہوا ہے، وہ ان دُواتقوں کا ذکر کرتا ہے، بات کیا ہے؟ کہ جو بات ایک معمولی آدمی کے لئے صرف جائز ہی نہیں، مستحسن ہے، وہ ایک ذمہ دار آدمی کے لئے غیر مستحسن ہے اور بڑے عیب کی بات ہے، کھجلی نا کوئی عیب کی بات ہے؟ نہ شرعاً، نہ اخلاقاً، نہ قانوناً، نہ طبی اصول سے لیکن اس کو خیال تھا کہ میں اس وقت دربار کر رہا ہوں، سلطنتوں کے سفراء حاضر ہیں، اور دم بخود کھڑے ہیں، اور میں کھجرا ہوں، یہ میرے لئے مناسب نہیں۔

بھائیو! یہی نامی گرامی خاندانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے کہ ان کی ذرا سی غلطی، اور ان کی ذرا سی ناقدری (غلطی بھی اتنی بڑی چیز نہیں ہے جتنی ناقدری) اللہ کی شریعت کی ناقدری، اس پر نہ چلنا جس پر ان کے بزرگوں نے، اسلاف نے سرکٹا دیئے ہیں، اس پر وہ انگلی بھی نہ ہلائیں، اس پر وہ چار پیسے کا نقصان بھی نہ برداشت کریں، اپنے بچے کے لئے ذرا سا خطرہ بھی نہ مول لیں کہ یہ ذہنی تعلیم حاصل کرے گا، یہ نیک دیندار بنے گا، تو اتنی بڑی تنخواہ نہ ہوگی، اتنی بڑی آمدنی نہ ہوگی جو دوسروں کی ہے، جنھوں نے دنیا کا راستہ اختیار کیا، تو دین کی اس ناقدری کو اللہ معاف نہیں کرتا۔

شرفا کی بستوں میں قلاکت کیوں؟

میں ملک ملک پھرا ہوں، اور ہندوستان کا تو چھپے چھپے تقریباً دیکھا ہوا ہے، میں نے ہر جگہ شرفاء کی بستی میں قلاکت دیکھی، خود ہمارے خاندان کی بعض بعض بستوں میں جہاں ہمارے بزرگ تھے، اور جہاں ان کے مزارات ہیں، اور بڑے بڑے اولیاء اللہ گذرے ہیں، آج وہاں جائے تو بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلاکت بستی ہے اور قلاکت کیا بستی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تختہ ہی الٹ گیا ہے ایسی شرفاء کی بستیاں ہمارے اودھ میں بہت ہیں، بات کیا ہے محض اللہ کی شریعت کی ناقدری اور دین کو اپنے لئے باعث ترقی نہ سمجھنا، باعث کامیابی نہ سمجھنا، دنیا کو اپنے لئے باعث کامیابی سمجھ لینا، یہ بات اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی بڑی معلوم ہوتی ہے، لیکن جو صحابہ کرام کی اولاد ہوں، اور اپنے کو اشرف کہیں، ان کے لئے تو بالکل ناقابل برداشت ہے، اس کا اثر ضرور ہوتا ہے ہمارے اور آپ کے لئے ترقی کا راستہ دین اور علم دین کا راستہ ہے، اس میں جو آسانی ہمیں تھوڑی محنت سے ہوگی، وہ دوسرے راستوں میں بڑی محنت سے بھی نہیں ہوگی۔

نارنجی بستوں اور اونچے خاندانوں کی خاص بیماریاں اور کمزوریاں

یہ آپس کی ناچاقتیاں ان بستوں اور خاندانوں کی خاص بیماری ہے، میں نے اشرفان میں اکثر مصیبت دیکھی، گھر گھر لڑائی، بھائی بھائی سے دل صاف نہیں، شرفاء اور خاندانی لوگوں میں یہ بیماری ایسی پائی جاتی ہے کہ اس کا عشر عشر

(دسواں حصہ) بھی ان لوگوں میں نہیں ہے، جنہوں نے سٹو برس سے اسلام قبول کیا ہے
 دو سٹو برس سے اسلام قبول کیا ہے، وہ خوب پھل پھول لے رہے ہیں، ماشاء اللہ بڑے متحرک
 مشفق ہو کر رہے ہیں، ان کے اندر حفظ قرآن کا رواج ہے، علم دین حاصل
 کرنے کا شوق ہے، میں نام نہیں لیتا، نو مسلم ہونا کوئی عیب نہیں، صحابہ کرام رضی
 سب نو مسلم تھے، یہ حضرات معلوم نہیں سٹو برس، دو سٹو برس، چار سٹو برس سے
 اسلام لائے ہوں گے، اور بڑے اہل اللہ کے ہاتھوں پر معلوم ہوتا ہے اسلام
 لائے ہیں لیکن ان کے خاندانوں میں ایسی برکت دیکھی، شریعت کا احترام، نماز
 کی پابندی، اور ماشاء اللہ اولاد میں بھی برکت جو ہمارے یہاں شرفاء کے یہاں
 نہیں ہے، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کا رواج، ایسے ایسے
 جید علماء ان برادریوں میں ہیں کہ سادات اور شیوخ میں ان کا آدھا بھی کوئی
 نہیں، بڑے بڑے محدث، بڑے بڑے عالم، کیا بات ہے انہوں نے اللہ کے دین
 کی قدر کی، شریعت کی قدر کی اور وہ نفسیاً تبت کہ ہر ایک کہتا ہے ہم جو من
 دیگرے نیست — وہ بات ان کے اندر نہیں تھی یا کم تھی، اللہ تعالیٰ نے
 اس کی برکت سے نعمت و برکت ان کو عطا فرمائی۔

اتحاد و اتفاق کے لئے ایثار و قربانی

بھائیو! دو تین باتیں ہیں جو میں عرض کرتا ہوں، الحمد للہ سب کام کی
 باتیں ہو چکی ہیں، ایک تو اس ناچاقی اور نا اتفاقی سے بچئے، اور خدا کے لئے اس کو
 دور کیجئے، اور اللہ کی خوشی کے لئے مل جائیے، اور یہ کہہ کر اپنے بھائی کے پاس

جائیے کہ کوئی مجبوری نہیں ہے، ابھی دس برس آپے اور لڑ سکتا ہوں، مقدر بھی لڑ سکتا ہوں، اور جسمانی طور پر بھی لڑ سکتا ہوں، لیکن محض خدا اور رسولؐ کی خوشی کے لئے، اللہ کو راضی کرنے کے لئے، ایشیا کر کے میں اپنا حق ممان کرتا ہوں، اور آپ سے ملتا ہوں، اور باقی اب آگے جو کچھ بھی ہو، جو لوگ ایسا کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ انھیں بڑی بڑی نفل نمازوں سے اور ممکن ہے کہ نفل حج سے بھی زیادہ ثواب ملے، اس لئے کہ نفس کے خلاف کرتا ہے، اور نفس کے خلاف میں اللہ تعالیٰ کی پورضا اور ثواب ہے، وہ نفس کی لذت کے ساتھ نہیں، انشاء اللہ نفل حجوں میں تو بڑے لطف ہیں، دور جانا، نئی چیزیں دیکھنا، نئی چیزیں لے کر آنا، اب تو نئی چیزیں دیکھنا ہی نہیں رہا، نئی چیزیں جو یہاں نصیب نہیں ہوتیں، دیکھنے میں نہیں آتیں، وہاں سے لائیے، اور چاہے خود رکھئے، چاہے تحفہ میں دیجئے، چاہے فروخت کیجئے، بہر حال اب تو ان چیزوں میں بڑا ثواب ہے، اللہ کے لئے دل کو صاف کر لینا، کدورت کو نکال دینا، بچھڑے ہوئے بھائی سے مل جانا، بلکہ ان لوگوں سے بھی ملنا جنھوں نے کھلی نا انصافی کی۔

حضرت ابو بکرؓ کا کارنامہ

اس ایشیا کا سب سے بڑا نمونہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ ان کو ان کے ایک عزیز (مسلح بن اثاثہ) نے ایسی تکلیف پہنچائی تھی، جس سے بڑھ کر تکلیف کا تصور کوئی شریف آدمی کر نہیں سکتا، اور ان کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے، اس لئے کہ ہمیں آپ کو تکلیف پہنچے، یہاں کسی بیٹی کے باپ کو

تکلیف پہنچے تو ایک ہزار بیٹی کے باپ ایک طرف، اور اس بیٹی کا باپ جس کا نام ابو بکر رضی تھا، ایک طرف، اور بیٹی بھی کس کی، اور کس کی بیوی؟ اس مسئلہ کا تعلق اس ذات سے تھا جن سے ان کو عزت حاصل ہوئی تھی، عزت کیسی عزت؟ اس پر بڑھ لکایا، اس پر حملہ کیا، اس سے بڑھ کر کسی شریف آدمی کے لئے کیا کسی حساس آدمی کے لئے بھی، زندہ آدمی کے لئے بھی، کوئی آزمائش ہو سکتی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَأْتِلُ أَوْلِيَا الْفَضْلِ مِنْكُمْ
وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي
الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط

اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل اور
صاحبِ سعادت ہیں، وہ اس بات
کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور
محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں

(سورہ نور - ۲۲) کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے کچھ گنجائش دی ہے اور کچھ عطا فرمایا ہے ان کو اس بات میں کمی نہیں کرنی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں کو دیں "وَلْيَصْفُوْا" اور ان کو چاہئے کہ اگر ان کی کوئی بات بُری لگی ہے تو معاف کر دیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو بند کر دیا تھا، وہ جاری کر دیا، اور متاعا کر دیا، اور کما کما بیشک میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے متاعا کرے، بیشک مجھے اس کی ضرورت ہے کہ اللہ مجھے معاف کرے، اس سے بڑھ کر کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا، صلہ رحمی کا، اور پھر حدیث میں آتا ہے کہ "لیسی الواصل بالماکانی وکنی الواصل الذی ازا قطحت رحمہ وصل" رشتہ، ناتوں کو جوڑنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ دینے والا ہو، ہم سے کوئی رشتہ جوڑ رہا ہے تو ہم بھی جوڑ رہے ہیں، اصل رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ اس کا رشتہ توڑا جائے تو وہ جوڑے۔

شریعت پر عمل نہ کرنے کی بے برکتی

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کی پابندی، بلکہ میں یہاں تک کہڑوں کہ صحیح طریقہ پر میراث نکالنا، ترکہ تقسیم کرنا، بہنوں کا حق دینا، پھوپھیوں کو حق دینا اور جس کا جو حق ہے، اس کو پہنچانا، ان میں غفلت کی وجہ سے بڑی بے برکتی ہے، آپ دیکھیں گے کہ بہت سے خاندانوں میں بڑی بڑی جائیدادیں ہیں لیکن فلاکت برتی ہے۔ تیسری بات جو مولوی معین اللہ صاحب نے کہی کہ بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرنا، یہ نہ سمجھنا کہ ان کو دینی تعلیم دی تو یہ کھوئے جائیں گے، یہ ہمارے کام نہیں آئیں گے انھوں نے کھول کھول کر مثالیں دیں اور نام لے لے کر ایک ایک آدمی کا ذکر کیا کہ اللہ نے اس پر کیا فضل فرما رکھا ہے۔

اخیر میں پھر کہتا ہوں کہ شرفاء کی بستی میں اس وقت تک برکت، خدا کی رحمت! اور ہر چیز میں کامیابی نہیں ہو سکتی ہے، جب تک کہ اللہ کی بھیجی ہوئی، اور رسول کی لائی ہوئی شریعت کا احترام نہ کیا جائے، جتنا ہو سکے اس کی پابندی کریں اللہ کے دین کے بارے میں ہمارے اندر رغبت ہونی چاہئے جس کو تبلیغ کے عنوان سے مولوی معین اللہ صاحب نے بیان کیا کہ یہ دین کو باقی رکھنے کے لئے ساری دنیا میں ایک کوشش ہے، اس میں آپ حصہ لیں۔

عروں سے عبرت لیجئے!

اخیر میں یاد رکھئے کہ آپ لوگوں کی فلاح دین پر چلے بغیر نہیں ہے بس یہی بتاتا

ہے، سن لیجئے، ایک وہ موقعہ آیا تھا کہ عربوں نے کوشش کی تھی، اور جان توڑ کوشش کی تھی، کہ وہ دنیا کے راستے سے بلکہ دین کے خلافت راستہ اختیار کر کے کامیابی حاصل کر لیں تو اللہ نے ان کو منہ کے بل گرایا، اور ایسا ذلیل کیا کہ صدیوں سے ایسے ذلیل نہیں ہوئے تھے، مجھے اسی زمانہ میں جانے کا موقع ملا، اور میں نے وہاں جدہ میں مکہ مکرمہ میں خطاب کیا، اور کہا دیکھو بھئی! ترک کامیاب ہو جائیں، ایرانی کامیاب ہو جائیں، تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، اللہ میرا تھیں کان پکڑ کر کے اور بانڈھ کر کے لائیں گے، اور دین ہی کے دروازہ پر تم کو ڈالیں گے، اگر کچھ ملے گا تو ہمیں کی بھیک ملے گی، ہمیں کی خیرات ملے گی، تم سوا سر کے ہو جاؤ تم کامیاب نہیں ہو سکتے، ہم نے کہا تھا اے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر یہی ہے کہ تم دین کے راستے سے پاؤ تو کچھ پاؤ، یہی میرا پیسے کہتا ہوں، اور ان سب لوگوں سے کہتا ہوں، جن کے آبا و اجداد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی ہستیاں پیدا کیں، اور جن کی بستیوں میں دین کا بہت کام ہوا، اچھے اچھے لوگ پیدا ہوئے، تمہاری فالج دین کے اوپر چلنے میں ہے، دس باتوں کی، پچاس باتوں کی یہ ایک بات ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد والہ

وصحیہ وسلم

دین و علم کا دائمی رشتہ

۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء کو مدرسہ مطلع العلوم ایتھین کی جدید عمارت کے سنگ بنیاد کے موقع پر کی گئی تقریر [حمد و صلوة کے بعد فرمایا :-

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا
كَأَفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفْرُوحٌ كُلٌّ
فِرْقَانَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا
فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ
إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَحذَرُونَ ۝

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تم سب کے
سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ
ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص
نکل جائے تاکہ دین کا علم سیکھنے اور
اس میں سمجھ پیدا کرتے، اور جب
اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو
ڈر ساتے، تاکہ وہ حذر کرتے۔

(سورۃ التوبہ - ۱۲۲)

میرے عزیزو بھائیو! اور دوستو! ابھی آپ نے مولانا برہان الدین صاحب
استاذ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بڑی جامع مانع تقریر سنی میں بھی اس استفادہ
کرا رہا تھا، علماء کا اصل منصب کیا ہے؟ وہ ناہینیں نبی ہیں، اور نبوت کے فرائض،

یا اس کے منصبی کام اور اس کے شعبے کیا گیا ہیں؟ وہ انھوں نے شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے، تلاوت کتاب، پھر تعلیم کتاب، تعلیم حکمت بعض حضرات نے اس کو الگ الگ شمار کیا ہے اور پھر تزکیہ اس پر انھوں نے بڑے مناسب طریقہ سے روشنی ڈالی۔

اسلام اور علم کا رابطہ

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا اور علم کا چونی دامن کا ساتھ ہے، اسلام علم کے بغیر نہیں رہ سکتا، واقعہ تو یہ ہے کہ علم بھی اسلام کے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن کیسی اور مجلس میں شرح و بسط کے ساتھ کہنے کی بات ہے، وہ علم علم ہی نہیں جو وحی کی سرپرستی اور وحی کی رہنمائی بلکہ وحی اور علوم نبوت کی انگلی پکڑ کر کے نہ چلے اور جس پر وحی کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو، اور جو وحی اللہ تبارک و تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کی سرپرستی میں، انالیقی میں، نگرانی میں، رہنمائی میں نہ ہو، وہ علم علم نہیں۔ ع

علمی کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

اس وقت ہمارا آپ کا موضوع ہے کہ اسلام بغیر علم کے نہیں رہ سکتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے، جیسے آپ مچھلی کو پانی سے نکال دیجئے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے اور وہ مر جاتی ہے تو اسی طریقہ سے اسلام کے لئے علم ضروری ہے، خدا کی صحیح معرفت ہو، اس کی ذات و صفات کی صحیح معرفت ہو، اس کا بندوں کے ساتھ کیا تعلق ہے، بندوں کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہونا چاہئے، زندگی کا

مقصود کیا ہے؟ آغاز کیا ہے، انجام کیا ہے؟ ابتداء کیا ہے؟ انتہا کیا ہے؟ انسان کہاں آیا، کیوں آیا، اور کہاں اس کو جانا ہے اور پھر کیا ہونا ہے اس سب کا علم ہونا ضروری ہے اسی لئے اسلام علم کو چاہتا ہے، وہ علم کو ضروری قرار دیتا ہے۔

پہلی وحی میں علم و قلم کا تذکرہ

پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، اور سیکڑوں برس کے بعد آسمان و زمین کا پہلی مرتبہ جو رشتہ قائم ہوتا ہے زمین کے لئے کچھ لینے کے لئے، اور آسمان کے لئے کچھ دینے کے لئے، برسوں کے بعد جو دو دو بچھڑے ہوئے ملتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو کیا کیا فغاں و فریاد، شکایتیں اور حکایتیں سناتے ہیں، لیکن اس وقت جو یہ دو بچھڑے ہوئے ملے تو آسمان سے اس نبی کو جس کو زمین والوں کا رشتہ اللہ سے جوڑتا تھا، سب سے پہلا پیغام ”اِقْرَأْ“ کی شکل میں ملا، اس سے آپ علم و قلم کی اہمیت و عظمت سمجھئے جن کو اس پہلی وحی اور پیغام آسمانی میں عزت کا مقام دیا گیا۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہا تھا حاج

کتاب خانہ چند ملت بست

لیکن آپ نے کتب خانے اتنے دھوئے نہیں جتنے کتب خانے بنا دیئے، وہی کتب خانے دھوئے جن کو دھونا چاہئے تھا، لیکن دھو کر کے پھر کیا دیا؟ نور دیا، یقین دیا، اللہ کی صحیح معرفت عطا فرمائی، انسان کو انسان بنا دیا، اور جاہل انسان بلکہ حیوان صفت انسان کو دنیا کا معلم بنا دیا، بقول اکبرؒ

ہونے تھے خود راہ پر بغیروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی، جس نے مزدوں کو مسجا کر دیا

تعلیم و تعلم کی ضرورت اور اس کا انتظام

دنیا کی کوئی قوم علم سے مستغنی ہو سکتی ہے کہہ سکتی ہے کہ نہیں ہمارا کوئی نقصان نہیں، ہم پر کوئی فرض واجب نہیں، ضروری نہیں ہے کہ ہم پڑھیں اور پڑھائیں، بچوں کی تعلیم کا انتظام کریں، لیکن روعے زمین پر قیامت تک مسلمان کہیں بھی آباد ہوں، وہ چاہے مقامات مقدسہ ہوں، چاہے جزیرۃ العرب ہو، چاہے یورپ و امریکہ ہو، چاہے ہندوستان کی سرزمین ہو، شہر ہو، قصبہ ہو، دیہات ہو، جہاں مسلمانوں کے چار گھر بھی ہیں، بلکہ جہاں چار مسلمان بھی پائے جاتے ہیں، وہاں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ «اِحْرَاقُ» کا سامان کریں، وہ اس کی تعمیل کریں کہ پڑھو، یہ کام شفاخانوں کے قیام سے زیادہ ضروری، اور آپ کی دکانوں سے زیادہ ضروری ہے، یہ کارخانوں سے زیادہ ضروری ہے، اس میں سے کسی چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مامور نہیں فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ تجارت کرو، کماؤ کہ یہ بھی بہت بڑی طاقت ہے، دین حق کو غالب کرنے کے لئے خوب پیسہ پیدا کرو، خوب دولت جمع کرو، اپنی امت کو سنبھالو، یہ کہیں نہیں فرمایا، فرمایا تو یہ فرمایا «اِحْرَاقُ» (پڑھو) اب بتائیے کہ علم کا کیا مقام ہوا؟

اچھا پھر وہ علم جو من جانب اللہ حاصل ہوتا ہے، ایک علم لٹری ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کسی کا سینہ کھول دیتا ہے، اور اسے علوم کا گنجینہ بنا دیتا ہے،

ان کی زبان سے حکمت اُبلتی ہے، یہ سر آنکھوں پر، ہم ان کو اپنے سے ہزار درجہ افضل مانتے ہیں، ان کا سایہ بڑ جائے تو ہم سمجھیں کہ ہم آدمی بن جائیں گے لیکن اِخْلَاقِ اپنی جگہ پر رہے گا، ان حضرات کو بھی ضرورت ہے کہ وہ مسئلہ پوچھیں عالموں سے بڑے بڑے صاحبِ ادراک، صاحبِ کشف بھی نماز کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔

یہ اِقْوَامٌ کا سلسلہ ایسا ہے کہ نبی اُمّی سے شروع ہو کر آخری اُمّی اُمّی تک (یعنی جو لفظاً بے پڑھا ہے) جاری رہے گا، کتنے ہی دنیا میں انقلابات آئیں، اُسُلطنتیں بدلیں، تہذیبیں بدل جائیں، اور انقلابِ عظیم برپا ہو جائے، زبان بدل جائے، تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حفاظتِ قرآن کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے کسی زبان اور کسی کتاب کی حفاظت کی گارنٹی نہیں لی، قرآن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے، تو حفاظت کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ بس کتاب رہے، نہ کوئی اس کو سمجھے نہ سمجھائے، اس کے لئے سمجھنے سمجھانے والے بھی ہونے چاہئیں، اور وہ کتاب الفاظ میں ہے، تو زبان بھی ہونی چاہئے، الفاظ بغیر زبان کے نہیں رہتے، اس لئے عربی زبان بھی رہے گی، کتنی زبانیں سٹکیں لیکن شریعتِ الہی کی زبان عربی اپنی جگہ پر ہے، اور اس کا علم اپنی جگہ پر ہے، تو ہر جگہ کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے یہاں مقدور بھر دینی تعلیم کا انتظام کریں، ہر جگہ مسائل کے بتانے والے نہ صرف یہ کہ موجود ہوں، بلکہ ان کا سلسلہ جاری رہے، یہی مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے، مدارس کا سلسلہ ضروری ہے، یہ کوئی شوقیہ، تفریحی کام نہیں ہے،

یہ خالص دینی ضرورت ہے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ مساجد کے بعد نمبر دو کی چیز یہی ہے، اور سچ پوچھئے تو مساجد کے پشت پناہ بھی یہی مدارس ہیں، اگر مدارس نہ ہوئے تو آپ کو امام کہاں سے ملیں گے، اور اگر ایسے امام مل گئے، جو بس نماز پڑھا دیں تو جمعہ پڑھانے کے لئے اس سے زیادہ کچھ شراائط ہیں، اس کے کچھ اور احکام ہیں، پھر اس کے بعد مسائل کے لئے، آپ کہاں جائیں گے، یہی وہ ہیں تو جائیں گے امام صاحب پوچھئے، امام صاحب کو کوئی علم نہیں ہے بس تھوڑی سی سورتیں یاد کر لیں، اور نماز پڑھانا آ گیا تو یہ مدارس درحقیقت مساجد کے بھی محافظ ہیں، اور مساجد کو بھی غذا پہنچاتے ہیں۔

فُضِّلَاۗءُ مَدَارِسِ كَا فِرْضِ

میں نے آپ کے سامنے شروع میں آیت پڑھی تھی ”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً“ یہ تو نہیں ہو سکتا، یعنی ایک غیر ممکن سی چیز ہے، غیر طبعی چیز ہے کہ سب مسلمان سب کام چھوڑ چھا کر دین سیکھنے کے لئے نکل جائیں، نہ دکان پر کوئی بیٹھنے والا، نہ کوئی خرید و فروخت کرنے والا، نہ کوئی ضرورت پوری کرنے والا، معلوم ہوا سارا شہر حلا گیا، مدرسہ کا طالب علم بن کر یہ ہونے والی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسی باتا نہیں کہتا، نہ اس کا مکلف قرار دیتا ہے، نہ اس کا مطالبہ کرتا ہے، فرماتا ہے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام مومنین، سب کے سب گھر چھوڑ کر باہر چلے جائیں ”وَلَوْلَا نَعْرَمِنْ كُلِّ فَوْفَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ“ پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ اس کے لئے تیار ہو جائیں کہ وہ دین سیکھیں ”لِيَتَّقُوا فِي الْيَوْمِ“ دین کی

سمجھ جاں کریں یعنی وہ دین کے احکام و مسائل کا علم حاصل کریں "وَلْيُنذِرْ دُفًا
 قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ" اور اتنا ہی نہیں کہ خود اپنی ہی ذات کے لئے سیکھ
 کر کے بیٹھ گئے، اپنا کام نکال لیا "وَلْيُنذِرْ دُفًا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ"
 جا کر کے اپنی اپنی بیستوں میں ہدایت کا کام کریں، وعظ وارشاد کا کام کریں
 اور ان کو خطرات سے مہلکات سے بچائیں، شرک کے مہلکات سے، کفر کے
 مہلکات سے، ان عقائد سے، ان رسوم سے، ان اعمال سے کہ جن سے آدمی بالکل
 اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات وہ اسلام کی سرحد پار کر جاتا
 ہے، اور مسلمانوں میں اس کا شمار نہیں رہتا، بعض چیزوں سے ایمان چلا جاتا
 ہے، بالکل آدمی نے گویا از نرد و اختیار کر لیا "لِيُنذِرْ دُفًا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا
 إِلَيْهِمْ" عالم ہی بنا سکتا ہے، مسلمانوں کا کوئی بہت بڑا شہر ہو، تجارتی مرکز بھی ہو،
 کھاتے پیتے مسلمان رہتے ہوں، ایک مدرسہ بھی وہاں نہ ہو، دین کے موٹے موٹے
 احکام سکھانے کے لئے، اور قرآن مجید پڑھانے کے لئے، تو پورا شہر گنہگار ہوگا بس
 یہی فرض کفایہ کے معنی ہوتے ہیں، پورا شہر خطرہ میں ہے، اور خدا کے یہاں سوال
 ہو سکتا ہے کہ تمہیں تو فقیح نہیں ہوئی کہ اپنے اتنے بڑے شہر میں مدرسہ قائم کرو، یہ بات
 ایسی نہیں جیسے تہجد پڑھنا، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ تہجد فرض تو ہے نہیں،
 اللہ تو فقیح دے کوئی پڑھے تو بڑی اچھی بات ہے، ایسے ہی ان لوگوں نے مدرسہ
 قائم کر دیا ہے، گویا تہجد پڑھ لی، یا کوئی خیرات کر دی، یہ بنیادی کام ہے، یہ آپ
 کے لئے شرک کی حیثیت رکھتا ہے کہ آپ اپنے یہاں بقدر ضرورت کم سے کم
 دینی تعلیم کا انتظام کریں، آپ کے شہر میں ایسے لوگ ہوں جو وقت پر غلٹیاں سکیں،

اور مسلمانوں کو کوئی خطرہ پیش آجائے، حلال و حرام، کفر و ایمان کا کوئی مسئلہ آجائے تو اس میں وہ رہنمائی کر سکیں، بتا سکیں کہ یہاں سے یہاں تک تو اسلام ہے اس کے بعد کفر ہے، اور اگر تم سمجھنا چاہتے ہو، تو ہم تمہیں بتاتے ہیں ”قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ“ (البقرہ - ۲۵۶) یہ رشد ہے، اور یہ غی ہے، یہ اسلام ہے، اور یہ جاہلیت ہے، یہ بتا سکیں، اس کے بعد کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔

عوام کی ذمہ داری

بنیاد رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے بنیاد رکھ دی، ہماری ایک ذمہ داری ہو گئی، آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں، یہ بنیاد تو ہم آپ کی طرف سے رکھیں گے، گویا آپ کے ہاتھوں سے، آپ سب تو ہاتھ نہیں لگا سکتے، تو ہم آپ کی طرف سے آپ کی نیابت کریں گے، خدمت ہم کریں گے کہ وہ پتھر رکھیں، لیکن آپ کا کام ختم نہیں ہوتا، بلکہ سچ پوچھئے تو اس سے شروع ہوتا ہے اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس مدرسہ کو ترقی دیں، باقی مشورہ کا معاملہ ہے، اساتذوں کا مسئلہ ہے، کتابوں کا مسئلہ ہے، نصاب کا مسئلہ ہے، کبھی جلسوں میں آنے جانے کا مسئلہ ہے اس کے لئے ہم حاضر ہیں، آپ کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ ایک بہت بڑی اجتماعی مصیبت سے ایک قومی اور ملی کوتاہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بال بال بچا لیا، اگر یہ مدرسہ نہ ہوتا تو خدا کے یہاں پُرسش ہوتی۔

سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام

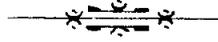
اسی طریقہ سے یہ بھی آپ یاد رکھیں کہ بچوں کو خواہ وہ اس مدرسہ میں نہ پڑھتے ہوں، اسکولوں میں پڑھتے ہوں، ان کی بقدر ضرورت دینی تعلیم کا انتظام آپ کے ذمہ فرض ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ سَكْرَةً وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا (تحریم ۶) اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو جو تمھارے ماتحت ہیں تمھارے ذمہ میں، ان سب کو آگ سے بچاؤ، یہ آپ کا فرض ہے آپ ان کے لئے صبح شام کوئی انتظام کریں، کوئی ٹیوٹر TUTOR رکھیں کسی مولوی صاحب کی خدمات حاصل کریں، بہر حال ان کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے آپ کو کچھ سامان کرنا چاہئے، ایسے ہی کچھ چیزیں اور ہیں، مثلاً اس ملک میں موجودہ دور میں، اور اس جمہوری ملک میں، اور ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اکثریت میں نہیں ہیں، جہاں بہت سی تحریکیں ہیں، جہاں تبدیلیاں جلدی جلدی آتی ہیں، بہت سے حیلے سامنے آتے ہیں، اس ملک میں کس طرح ہم اپنے دین کو بھی بچا سکتے ہیں، اور اپنی عزت کو بھی بچا سکتے ہیں، اور اپنی جانوں کو بھی بچا سکتے ہیں، اس کے لئے کئی چیزیں ایسی ہیں، جن کو آپ کو اختیار کرنا ہوگا، اور ان پر عمل کرنا ہوگا، لیکن اس وقت خالص دینی تعلیم کے تعلق سے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کو ترقی دینا، اس کو تکمیل کی منزل تک پہنچانا، اس کے منصوبہ کو پورا کرنا، اور اس کو اس قابل بنانا کہ یہ آپ کے پورے جوار کا، اس پورے نواح کا ایک مرکزی مدرسہ بن جائے، یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

اسی طریقہ سے اپنے بچوں کو اردو سکھانا، اور دینیات کی تعلیم دینا، اور سیرت اور صحابہ کرامؓ، اور دینی شخصیتوں سے واقف کرانا، اور کفر و ایمان کا فرق، اور توحید و شرک کا فرق بتانا ضروری ہے۔

اسی طریقہ سے جو بالغ حضرات ہیں، ان کو اپنے دین کے لئے بھی، اور دینی جذبات کو ترقی دینے کے لئے بھی، اور دینی عزم پیدا کرنے کے لئے بھی، تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنا اور ان کے اجتماعات میں شریک ہونا اور اس کو وقت دینا، دینی کتابیں پڑھنا، یہ سب بہت ضروری ہے، ورنہ ایسے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے، بلکہ ایسے دور میں جس میں خدانے ہمیں پیدا کیا ہے، نظر چوکی آنکھ جھپکی اور آدمی مارا گیا، ہر وقت چوکنارہنے کی ضرورت ہے، اور اس میں بہت وسیع نظر رکھنے کی ضرورت ہے، اور گروہ پیش کے حالات کا پورا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، زندگی کے دھالے سے الگ ہونا خطرناک ہے، اگر مسلمان ماحول سے کٹ گئے، اور اپنے غول میں رہنے اور اپنی خیالی دنیا میں بسنے لگے، اور کہنے لگے کہ جو کچھ ہوتا ہے ہونے دیجئے ہم تو نماز، روزہ کرتے ہیں، اس طرح آپ اس ملک میں نہیں رہ سکتے، اس ملک میں ہر وقت حالات کو دیکھتے رہیں، اور اپنے مخلص رہنماؤں کی باتوں پر دھیان دینا ہے، جن کو صرف اس سے دلچسپی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس انعام سے سرفراز فرمایا، اور جو امانت ہماری سپرد کی وہ ہم محفوظ رکھیں، اور اس کو لے کر ہم دنیا سے جائیں، اور سرخ رو ہوں، جن کو صرف اس بات سے دلچسپی ہے، ان کے مشوروں کو آپ مانیں اور غور سے سنیں، اس ملک میں ہمیشہ اپنی آنکھ کھلی رکھیں، اور دیکھتے رہیں کیا ہو رہا ہے،

کیا چیز ایسی پیدا ہو رہی ہے کہ جس سے ہم کو بھی، اور اگر ہم رہ بھی گئے تو ہماری آئندہ نسلوں کو مسلمان رہنا مشکل ہو جائے، اس کا برابر جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔

ان الفاظ پر میں ختم کرتا ہوں۔



مدارس دینیہ کے قیام و نفا کے شرائط

[۲۶ نومبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ریاض العلوم کھجوانہ (اندور) کے
دارالافتاء کے سنگ بنیاد کے موقع پر]
حمد و صلوة کے بعد:-

انسانی سعی و کوشش کے آثار و مظاہر

حضرات! میں یہاں آ رہا تھا، اور میری زبان پر ایک شعر خود بخود جاری
ہو گیا، کسی صاحب بصیرت شاعر کا کہ ہے

عزم را سخ بے نشانِ قیس و شانِ کوہ کن
عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہ سار

یہ شاعر کی بات نہیں ہے، یہ اصل میں تو قرآن کی ترجمانی ہے۔

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا سَعْيُهُ ۚ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے،

وَأَنْ سَعْيُهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۚ جس کی وہ کوشش کرتا ہے، اور

ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ ۚ یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی،

پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا

(النجم۔ ۲۹۔۳۰۔۳۱) جائیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے لئے اتنا ہی ہے، جس کی وہ کوشش کرے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور خاص طریقہ ادائے قرآنی کے ساتھ فرمایا گیا، «وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ» (اور اس کی کوشش ایک مرتبہ نظر آ کر رہے گی) یہ بھی قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ یہاں سو ف کا لفظ استعمال ہوا، جو عام طور پر مستقبل بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جلد ہی تمہیں نتائج نظر نہ آئیں تو یابوس نہ ہونا «سَوْفَ يُرَىٰ» وہ نظر آئیگا، جو کچھ دنیا میں دیکھ رہے ہیں، سلطنتوں کا قیام، تہذیبوں کا عروج، علوم و فنون کی اشاعت، باکمال لوگوں کا پیدا ہونا، سب انسانی سعی و جہد کے ظہور کے نتائج ہیں، اور قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر ہے۔

مردم خیز شہر اور قصبے

کسی سرزمین میں کچھ لوگ پیدا ہو جاتے ہیں، اور ان کو دھن لگ جاتی ہے کسی کام کی، کسی علم و فن میں امتیاز پیدا کرنے کی، اور لوگوں تک اس دولت کے عام کرنے کی، پھر علم پائی کی طرح برستا ہے، ہندوستان کی تاریخ اور یہاں کے خاندانوں کی تاریخ پڑھے، جس خطہ کا تذکرہ پڑھے گا، تو معلوم ہوگا کہ اولیاء اللہ اور باکمال لوگ زمین سے آگتے تھے، یا آسمان سے برستے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یا ولی اللہ پیدا ہوتے تھے، یا امام فن پیدا ہوتے تھے، اس پر اس وقت کے

لوگوں کو تعجب کرنے کا حق ہے، جب کسی چیز کا چلن ہو جاتا ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے، یہ تہذیب بھی جب اپنی عمر پوری کرے گی، اور کوئی موٹخ لکھے گا کہ اس زمانہ میں اس ملک میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں گریجوٹ تھے، ڈاکٹر تھے، انجینیر تھے، ایل، ایل، بی تھے، پی، ایچ ڈی تھے، اور خدا جانے کیا کیا تھے، لوگ کہیں گے کتنا مبالغہ ہے، بھلا ایک ملک میں کتنا ہی بڑا ملک ہو، اور ایک زمانہ میں ایک سو برس دو سو برس کے اندر اتنے باکمال و فاضل پیدا ہو گئے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں کوئی اور آدمی رہتا ہی نہ تھا، سب ڈاکٹر، انجینیر اور اسکا لہری رہتے تھے، حقیقت ہے کہ جس چیز کی ہوا چل جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے (اصل نوارادہ الہی ہے اور اس کی طرف سے ہر طرح کی آسانی دی جاتی ہے) تو پھر لوگوں کی طبیعتوں میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ تھوڑی کوشش سے بڑے بڑے نتائج نکلنے لگتے ہیں، بڑے بڑے کمالات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

مالوہ کی قدیم تاریخ

مالوہ کی تاریخ آپ پڑھیں، صرف شیخ محمد حسن مندوی کی "گلزار ابرار" ہی پڑھ لیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ، مشائخ طریقت، اور اصحاب سلسلہ، اور اہل روحانیت باریش کے قطروں کی طرح ماندو کی سرزمین پر نازل ہوئے تھے، آدمی کو حیرت ہوتی ہے کہ کیا اس وقت کوئی اور کام نہیں رہ گیا تھا لیکن یہ حضرات اتنے نمایاں تھے کہ موٹخ ان کو نظر انداز نہیں کر سکا، کوئی بھی تاریخ ایسی نہیں ہے جس کو یہ کہا جائے کہ یہ ایک طرح کی ڈاکٹر کٹری ہے، جس کا چاہئے نام نکال لیجئے،

یاد کشتی ہے، جس کا چاہئے نام تلاش کر لیجئے، یہ بات نہیں ہے، اگر انھوں نے سو کا ذکر کیا ہے تو ڈیڑھ سو دو سو آدمی چھوٹ بھی گئے، یہ زمین سب کچھ اگلانے کے لئے تیار ہے، آپ چاہیں تو یہ سبزی پیدا کرے، درخت پیدا کرے، اور آپ چاہیں تو اللہ کے حکم سے اولیاء اللہ پیدا کرے، اور کالمین فن پیدا کرے، زمین ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ اس سرزمین سے کتنے آدمی اٹھے۔

رضاکار و ایشیا پیشہ خادمِ دین علماء اور نگرانِ حکومت معاشرہ صوفی

بس ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ پہلے کوئی بندہ دیوانہ بن جائے، تو اس کے بعد پھر تو دریا بہہ جاتے ہیں، ایسے ہی جنگل پڑا ہوا ہے، ہم نے بہت کچھ بنا ہوا دیکھا اور جن کی زندگی ہے، وہ دس برس کے بعد آئیں گے اور بہت کچھ بنا ہوا دیکھیں گے، یہاں تک کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سارا میدان آپ کو گھروں کا اور اداروں کا ایک شہر نظر آئے، بہر حال یہ ایک مبارک بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند عزیزوں کو اس کی توفیق عطا فرمائی، اور انھوں نے یہاں پر ایک کوشش شروع کی ہے، بغیر کسی سلطنت کی سرپرستی کے، میں آپ کو یہ بھی بتلا دوں کہ پہلے بھی جو کوششیں ہوئی ہیں، وہ ان سلطنتوں کی سرپرستی سے نہیں ہوئی ہیں، سلطنتیں اپنا کام کر رہی تھیں، ان کا مذاق اور تھا، ان کی ضرورتیں اور تھیں، ان کے مصالح اور تھے، یہ سب وہ لوگ کر رہے تھے، جو بیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، اور بہت سے دوسرے ملکوں سے آئے تھے، یہاں آکر انھوں نے علم و روحانیت کا دریا بہا دیا، اور سلطنتوں سے تو وہ دور ہی دور رہے، بسلا چشتیہ نے خاص طور پر اس کا لحاظ رکھا کہ سلطنت سے

دور رہے ایک بزرگ کا قول ہے کہ سلطنت وقت اور بادشاہ وقت آگ کی طرح ہے کہ دور بڑھ کر تاپے آدمی پاس نہ جائے ورنہ جل جائے گا، ان لوگوں نے یہی طرز عمل رکھا، بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ تارک الدنیا تھے، ان کو خبر نہیں تھی کہ حکومتوں میں کیا ہو رہا ہے اچھا برا سب ہو رہا تھا، یہ ٹیٹھے ٹیٹھے اللہ الشکر کر رہے تھے، اور وظیفہ پڑھ رہے تھے، اور ضربیں لگا رہے تھے، یہ غلط ہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی ایک مثال دیتا ہوں کہ وہ غیاث پور کی خانقاہ میں ٹیٹھے ہوئے پورے ہندوستان کی نگرانی کر رہے تھے، کیسے لوگ آ رہے ہیں، کیسے آدمیوں کی ضرورت ہے، اور جب ضرورت پڑتی تھی تو بادشاہ کو ایسے آدمی دے دیا کرتے تھے، انگریزوں کی طرح حکومت میں اس طرح جوڑ جاتے تھے، جیسے انگوٹھی میں نگینہ جوڑ دیا جائے، علاء الدین خلجی نے ایک مرتبہ کہلوایا کہ میں تو مل کر رہوں گا، چاہے جو کچھ ہو، فرمایا کہ میری خانقاہ کے دو دروازے ہیں، بادشاہ ایک دروازہ سے آئے گا میں دوسرے دروازہ سے نکل جاؤں گا، چنانچہ جب بادشاہ آیا تو حضرت ابو دھن چلے گئے، فرمایا، ملنے ملانے کی کوئی ضرورت نہیں، ملنے کا بالکل خیال نہ کریں، ہم دعا کر رہے ہیں ہمارا کام ہے دعا کرنا عام انسانوں کے لئے، پھر مسلمانوں اور والی سلطنت کے لئے کیوں نہیں، جس کی خوبی پر جس کی بہتری پر بہت کچھ موقوف ہے، اور یہی ان کا طرز عمل ساری عمر رہا۔

بات زبان پر آگئی تو کہہ دوں کہ ایک وقت ایسا آیا کہ محمد تغلق کا ٹھٹھہ (سندھ) میں انتقال ہوا، وہاں دریائے سندھ کے اس پار مثل پڑے ہوئے تھے، وہ مثل جو وحشی مثل تھے، وہ نہیں جو بعد میں آئے، کئی لاکھ کا لشکر پڑا تھا،

مسلمان لاوارث ہو گئے، اور کسی کے کچھ بنائے نہیں بنتی تھی، اور لوگ اس انتظار میں تھے کہ مغل دربار پار کر کے آئیں گے، اور جیسے کہ بکریوں کا شکار بھیر پیٹے کھلتے ہیں، ایسے ہی مغل اس لاوارث فوج کی بوٹی بوٹی کر دیں گے، اس وقت کسی کے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، بادشاہ کا کوئی بیٹا اس قابل نہیں تھا، اس وقت حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلی موجود تھے، ان کو بادشاہ نے ایک بہانہ سے بلایا تھا لیکن اصل میں اللہ نے ان کو پہنچایا تھا، انھوں نے فیروز تغلق سے کہا (جو محمد تغلق کا چچا زاد بھائی تھا) کہ دیکھو اگر تم سلطنت سنبھالتے ہو تو سنبھا لو، ورنہ ہم کسی اور کے حوالہ کریں گے، اور اگر تم عدل اور حکومت کے خیال سے رزم اور بزم کے خیال سے حکومت لیتے ہو تو میں اللہ سے تمھارے لئے تیس سال مانگ لوں گا، چنانچہ پورے تیس سال نہایت کامیابی کے ساتھ اس نے سلطنت کی، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کا بٹھا یا ہوا فیروز تغلق بادشاہ تھا، جس کے متعلق بعض تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ دہلی کے تحت سلطنت پر فیروز تغلق سے بہتر اور مکمل اور جامع آدمی کوئی نہیں آیا، بعض جینیٹوں سے عالمگیر مرحوم سے بھی وہ فائق تھا، اور بعض جینیٹوں سے وہ فائق تھے، لیکن مجموعی طور پر فیروز تغلق جیسا بادشاہ نہیں آیا، پورے ملک میں امن و امان ہو گیا، جرائم ختم ہو گئے، ظلم کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا، ایمانی کارواج کم ہو گیا یا ختم ہو گیا، اور یہ کیا تھا، یہ ایک فقیر ایک درویش کی دعا اور سرپرستی۔

تو اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوتا ہے، اور کسی کے دل سے لگ جاتی ہے، تو جگہ میں منگل ہو جاتا ہے، دل کے لگنے کی بات ہے، اور کچھ بھی نہیں، دل سے لگ گئی اللہ کے

ایک بندہ کے تودار العلوم دیوبند کھڑا ہو گیا، یہ کیا ہے؟ حضرت حاجی عابدین صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نا تو توی رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں خیال پیدا ہوا ایک نے اس کی ابتدا کر دی، دوسرے اس کی نگرانی کرتے رہے اور ایسے ہی (جس کی طرف ان بھائیوں اور عزیزوں کا انتساب) ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ کے دل سے لگ گئی اور دیکھے کتنے ساتھی تیار کر لئے، اور آج ندوۃ العلماء کی کیا حیثیت ہے اور ایسے ہی مدرسہ منظر علوم اپنے بانیوں کے عزم و اخلاص کا کرشمہ ہے اور جو بھی بڑے بڑے جامعات ہیں از سر ہویا اور کوئی جامہ سب کے سمجھے آپ کو کوئی شخصیت نظر آئیگی پھر وہ شخصیت اپنے ساتھی بنا لیتی ہے۔

اجتماعی کام کی شرطیں

اللہ کو جب کوئی کام منظور ہوتا ہے تو اس کے بانی اور ذمہ دار شخصیت کی طبیعت میں صلاحیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ ہر ایک سے کام لے لے، سب کو ملا کر رکھے، اپنے کو جھکا کر رکھے، دوسروں کو بڑھا کر رکھے، یہ علامت ہوتی ہے کہ اللہ کو کچھ کام لینا ہے اور جب اللہ کو کام لینا نہیں ہوتا شخصیت تو ہوتی ہے لیکن روز جھگڑا، کوئی اس کے ساتھ کام نہیں کر سکتا، سمجھ لیجئے کہ کام ہونا منظور نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ شخصیت بھی پیدا کرتا ہے اور اس کے ساتھی بھی پیدا کرتا ہے اور اس شخصیت کے دل میں ان کی قدر اور ان کے دل میں اس کی عزت اور اس کا اعتراف اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کچھ اہل استطاعت و اہل توفیق کو بھی کھڑا کر دیتا ہے وہ اپنی استطاعت

سمجھتے ہیں کہ آپ تو ایشیا سے کام لے رہے ہیں اور لیتے رہیں لیکن ہمیں موقعہ دیکھئے کہ ہم خدمت کریں، ہمارا بھی حصہ ہو جائے۔

عمارت کے تین پتھر

اس طرح کم سے کم تین پتھر ہونے ہیں، ایک اصل کام شروع کرنے والا، ایک اس کے ساتھی، اور ایک اس کے ساتھ اس کے معاونین، یہ تینوں جب پیدا ہو جاتے ہیں، تو جو کچھ بھی چیز مدرسہ کی شکل میں، جامعہ کی شکل میں نکل آتی ہے اور دنیا دکھتی ہے کہ کتنا بڑا دارالعلوم قائم ہو گیا، بس ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، اور عمر میں برکت دے، ان لوگوں کی جنھوں نے یہ کام شروع کیا، اور اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ تعاون کا جذبہ، اور لوگوں میں مل کر کام کرنے کی صلاحیت پیدا فرمائے، جو آج عمومی پیمانہ پر دنیا سے رخصت ہوتی جا رہی ہے، اور خصوصی طور سے مسلمانوں کے اندر سے رخصت ہوتی جا رہی ہے۔

مسلمانوں میں تعاون کی کمی

مسلمان سے سب کچھ کرا لیجئے، مسلمان سے کہئے تو وہ سر کے بل کھڑا ہے گا، سر نیچے اور پاؤں اوپر رات بھر کھڑا رہے گا، اور کہئے تو پیٹ پر پتھر باندھنے کے لئے تیار ہے، اور کہئے تو کسی وقت خندق میں کودنے کے لئے بھی تیار ہے، مگر یہ کہئے کہ وہ دن کسی آدمی کے ساتھ مل کر کام کر لیجئے تو مسلمان کے لئے یہ مشکل ہے، حالانکہ یہی سب بڑا کام ہے، جو کامیابی انبیاء علیہم السلام سے لے کر ان کے جانشینوں تک

ہوئی ہے، وہ اسی کا کرشمہ ہے، وہ وہی لوگ ہیں، کسی طریقہ سے اللہ نے جن کے دل جوڑ دیئے۔

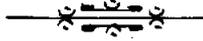
پہلے دل جوڑنا پھر اینٹیں

پہلے دل جوڑنا پڑتا ہے، پھر اینٹیں جوڑنا، لوگ سمجھتے ہیں اینٹیں جوڑنا اصل کام ہے، نہیں دل جوڑنا اصل کام ہے، دل جوڑے تو اینٹیں سب جوڑ جائیں گی، بڑی سے بڑی عمارت کھڑی ہو جائیگی، ہم پڑھتے ہیں بڑے بڑے مدرسوں کے بانیوں کے حالات، میں نے دیکھا کہ کیسے کیسے نازک موقعہ آئے، خود ندوہ کے بانیوں نے اور اس کے شروع کے ناظموں نے کیسے کیسے کڑوے گھونٹ پیئے ہیں، اور کیسے کیسے لوگوں کو برداشت کیا، اس وقت ہمارے اس کام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب کی سُن لیں، اور سب سے فائدہ اٹھائیں، اور سب کو ہم سیتہ سے لگائیں، تب جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھا یا کہ ندوہ کے پڑھے ہوئے فرزند یہاں موجود ہیں، اللہ ان سے کام لے رہا ہے، کسر و انکسار ضروری ہے، تھوڑا سا توڑنا، تھوڑا سا ٹوٹنا، جب ہی کام چلتا ہے، اور توڑنا ہی توڑنا ہو، دوسرے کو توڑے اور خود نہ ٹوٹے تو اس طرح کام نہیں چلتا۔

جہاں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کوئی انتشار ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کارکن جھکنا نہیں جانتے، ماننا نہیں جانتے، کسی کی بات قبول کرنا نہیں جانتے، ایک ہی سبق پڑھا ہے کہ ہماری مانو، اس کی وجہ سے آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ بڑی بڑی جگہوں میں انتشار اور جھگڑا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اپنے نفس کے آفات و شرور سے

حفاظت فرمائے اور اس جنگل میں اپنے فضل سے، محض اپنی قدرت کاملہ سے صحیح
 علوم دینیہ کا ایک مرکز قائم کرے، جہاں سے علوم نبوت کے آفتاب کی شعاعیں
 پھیلیں، اور واقعی اس سرزمین کو مالامال کر دے، اور صحیح معنی میں مالوہ بنا دے
 اور پھر یہاں سے دور دور فیض پہنچے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط



نکاح، ایک عظیم وسیع، مکمل و مسلسل عبادت

[۲۶ نومبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ مدرسۃ الفلاح آزادنگرانہ دور میں مولوی

محمد یحییٰ ندوی کے عقد کی تقریب میں، خطبہ نکاح کے موقع پر۔]

حمد و صلوة کے بعد۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری

وَصَالَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا

لَأَشْرِكَنَّ لَهُ جَ وَبِذَلِكَ لَأُؤْمِنُ سب خدائے رب العالمین ہی کے

أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور

(الانعام ۱۶۲-۱۶۳) مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں

سب سے اول فرماں بردار ہوں۔

دو عبادتیں جن سے غفلت عام ہے

حضرات! ہم سے اس عہد اور زمانے سے اس جوڑ کے ایک بڑے عارف بالشر

حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب بجدی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرہ نے

ایک بات فرمائی جس کو میں نے دہرایا بھی، اور لکھا بھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی پوری گہرائیوں تک ذہن ابھی نہیں پہنچا تھا، اور ابھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ پوری گہرائیوں تک پہنچ گیا ہے، فرماتے تھے کہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ جن سے لوگ عام طور پر غافل ہیں، بلکہ ان کے عبادت کے ہونے سے بھی ناواقف ہیں، ان کو سرے سے عبادت ہی نہیں سمجھتے، ان پر عبادت ہونے کی چھاپ اتنی غالب آچکی ہے کہ عبادت ہونے کی حیثیت بالکل محجوب نہیں بلکہ غائب ہو گئی ہے، ان میں سے ایک نکاح ہے، ایک کھانا، یہ بات حضرت نے بہت سیدھے سادے طریقہ پر (جیسا کہ بزرگوں کا قاعدہ ہے) فرمایا، اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے بڑی گہری بات فرمائی۔

اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں، عبادت کا مفہوم کیا ہے، عبادت کا مفہوم ہے کسی کام کو اللہ کی خوشی کے لئے اللہ کے حکم کے مطابق، اس کے رسولؐ کی تعلیم کے مطابق اجر و ثواب کی لاپچ میں کرنا، ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشی کے لئے اور اتنا کافی نہیں ہے، بلکہ اللہ کے حکم اور شریعت کی تعلیم کے مطابق، اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اس کی سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا، اجر و ثواب کی امید پر اور اس پر جو وعدے ہیں، ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے، اور یہ بات ہر عبادت کو عبادت بنا دیتی ہے، اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی عادت اور محض رسم، اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

بڑی بڑی عبادتیں اور فرائض اس وقت تک

عبادت رہتے ہیں جب تک آدمی ان میں مشغول ہے

ابھی یہاں آتے ہوئے اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ جتنی عبادتیں ہیں، وہ اپنے وقت کے ساتھ ہیں، اور کھوڑے عرصہ کے لئے ہیں، مثلاً نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، لیکن جب تک آپ نماز کے آداب کے ساتھ اللہ کے سامنے قبلہ رخ کھڑے ہوئے ہیں تو آپ عبادت میں ہیں، لیکن جیسے ہی آپ نے سلام پھیرا، عبادت ختم ہو گئی، روزہ بہت بڑی عبادت ہے، لیکن جب سے آپ نے روزے کی نیت کی اور روزہ شروع ہوا، صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک آپ نے روزہ کے احکام و مسائل پر عمل کیا، آپ روزہ کی عبادت میں مشغول تھے، لیکن اگر آپ نے افطار کیا، روزہ کی عبادت ختم ہو گئی، زکوٰۃ کا حال بھی یہی، آپ پر زکوٰۃ فرض ہوئی، اور آپ نصاب کے مالک ہیں، آپ نے مسئلہ کے مطابق زکوٰۃ نکالی، اپنے مال میں سے، اور کسی کے حوالہ کر دی، جب حوالہ کر دی تو زکوٰۃ کی عبادت ختم ہو گئی، سب سے بڑھ کر حج کا معاملہ ہے کہ سب سے زیادہ وقت اس میں لگتا ہے، سب سے زیادہ مجاہدہ اس میں ہوتا ہے، بڑی اہمیت کی چیز، بڑی عزیمت کی چیز، اور بڑے مرتبہ کی چیز ہے، لیکن وہ بھی اس وقت ہے جب آپ نے احرام باندھا، اور حج کی نیت کی احرام کھولنے تک، اور حج کے آخری مناسک ادا کرنے تک، آپ حج کی عبادت میں مشغول ہیں، لیکن جیسے ہی آپ آخری مناسک سے فارغ ہوئے، آپ حج کی عبادت سے فارغ ہو گئے، میرے ذہن نے ابھی آئے آئے کام کیا کہ

نکاح کی عبادت بھی عجیب ہے کہ یہ نکاح ایجاب قبول کے بعد سے لے کر سوتے ہیں آپ جاگتے نہیں آپ چلتے نہیں آپ باتیں کرتے نہیں آپ اس عبادت میں مشغول ہیں یہ عبادت مستمر ہے یہ عبادت طویل ترین عبادت ہے اور اس میں حالات کا تغیر کوئی اثر نہیں ڈالتا، نماز میں حالات کا تغیر اثر پیدا کرتا ہے، مثلاً یہ کہ آپ بول دیئے، نماز کی عبادت ختم ہو گئی، لیکن یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں بولتے رہے تو نہ صرت یہ کہ یہ عبادت ختم نہیں ہوتی، بلکہ یہ عبادت اور مقبول ہو جاتی ہے، اس میں حکم ہے کہ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، اپنے گھر والوں کے ساتھ باتیں کرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کہانیاں تک سنا تے تھے، بخاری شریف میں ام زرع کی طویل اور مشہور حدیث ہے، یہ بات کبھی ذہن میں نہیں آئی کہ حضرت نے یہ جو فرمایا کہ یہ عبادت ہے تو یہ ایک ایسی مسلسل عبادت ہے جس کی مثال مجھے ابھی نہیں مل سکی۔

جمالی و جلالی عبادت

بعض عبادتیں جمالی ہی جمالی ہیں، بعض عبادتیں جلالی ہی جلالی ہیں بعض عبادتیں وہ ہیں کہ جب تک مشغول و مصروف ہیں وہ عبادت ہے قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے، زبان چلتی رہے، پڑھتے رہیں، آنکھ سے پڑھتے رہیں اس وقت تک آپ مشغول، لیکن یہ ایسی عبادت ہے کہ اکثر عبادتوں کے تنوعاً اس میں ہیں، یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں مختلف مزاجی کیفیات اور ان مزاجی کیفیات سے کامیابی کے ساتھ گزر جانا، اور ان مزاجی کیفیات کو برداشت کرنا، اور جو اس میں مزاج کے خلاف باتیں پیش آئیں ان کا تحمل کرنا، سب عبادت ہے

تو نہ صرف یہ کہ یہ ایک طویل ترین عبادت ہے، مسلسل بلا انقطاع عبادت ہے بلکہ بہت سی عبادتوں کے رنگ اس میں آگئے ہیں، اس میں جہاد کی عبادت بھی ہے، اس میں حج کا بھی نقشہ ہے، اس میں روزے کا پرتو بھی ہے، نماز کا عکس بھی ہے، تو سچی بات یہ ہے کہ حضرت نے بالکل انقائے بات فرمائی، حضرت نے فرمایا، میں نے ایک شخص کو مجلس نکاح میں دیکھا کہ وہ سگریٹ پی رہا ہے، تو میں نے کہا کہ دیکھو ایک شخص نماز میں سگریٹ پی رہا ہے، لوگوں نے کہا کون ایسا بد بخت ہے جو نماز کی حالت میں ایسی حرکت کر سکتا ہے؟ میں نے کہا یہ عبادت کا موقع ہے، سب لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، متوجہ الی اللہ ہیں، اللہ رسول کی باتیں سنیں گے اور مسلمان ہستیوں کے، بلکہ سچ پوچھئے تو دو خاندان دو زندگیاں اللہ کے لئے ایک دوسرے سے مربوط ہو رہی ہیں، اور شریعت کے مطابق، اور یہ اللہ کا بندہ یہاں سگریٹ پی رہا ہے، تو یہ تو عبادت کی مجلس میں سگریٹ پی رہا ہے، اس لئے کہ جہاں عبادت کی جائے، وہ جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی ہوتی ہے، وہ موقع تفریح اور سگریٹ نوشی کا ہے۔

عجیب و غریب عبادت

یہ عجیب و غریب عبادت ہے کہ برسوں چلے گی،

کھا رہے ہیں، جب بھی عبادت میں ہیں، سو رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں، جاگ رہے ہیں، جب بھی عبادت میں ہیں، کما رہے ہیں، اور کما کر رہے رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں، اس کی تائید میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رقمہ رکھو گے وہ بھی صدقہ ہے، وہ بھی عبادت ہے، اور یہاں تک فرمایا کہ انسان کے جو جنسی اور طبعی تقاضے ہیں ان کو پورا کرنا بھی عبادت ہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر فقہ کون تھا، لیکن ان کو بھی اس وقت ذرا تامل ہوا سمجھنے میں انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیسے عبادت ہے؟ اس میں نفس کا تقاضا پورا ہوتا ہے، انسان کے قلب کو اس کے دماغ کو سب کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو اس کا حصہ تول گیا، قلب کو قلب کا حصہ ملا، دماغ کو دماغ کا حصہ ملا، جسم کو جسم کا حصہ ملا تو اس میں ثواب کیوں؟ فرمایا، اچھا اگر غلط جگہ، اور غلط طریقہ پر آدمی اپنا تقاضا پورا کرتا، تو گناہ ہوتا کہ نہ ہونا؟ صحابہ نے کہا کہ ضرور فرمایا تو اس پر تو گناہ ہو، اور اس پر ثواب نہ ملے، یہ اللہ کے انصاف سے بعید ہے۔

شریعت کا اعجاز

ابھی تک اس تقاضہ کو پورا کرنے میں کیوں دیر لگی؟ اللہ کا حکم نہیں تھا، وہ بیچ میں جو دیوار کھڑی تھی، حجاب کی، حرمت کی، غیریت کی، وہ دیوار بغیر اللہ کے حکم کے ہٹ نہیں سکتی تھی، نکاح پڑھایا گیا، ایجاب و قبول ہوا، نکاح پڑھانے والے نے کہا میں نے فلاں کو تنہا ہی زوجیت میں دیا، تم نے قبول کیا؟ اتنے مہر کے بدلہ، نو شہ نے کہا، ہاں، بس وہ دیوار فوراً ہٹ گئی، اس وقت تک ساری دنیا اس دیوار کو ہٹانا چاہے یعنی اس وقت روس اور امریکہ بھی اس دیوار کو ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے، اس کو تو ایک کلمہ پٹائے گا کہ ہاں جِلَّتْ میں نے قبول کیا،

اردو میں کہئے، ہندی میں کہئے، انگریزی میں کہئے، لوگ سمجھیں کہ اس نے کہا اور قبول کیا، یہ شرط ہے کہ لوگ بھی سمجھیں کہ ہاں ایجاب و قبول ہو گیا، وہ دیوار پائش پائش ہو گئی، دیوار دھواں ہو کر اڑ گئی، اب اس دیوار کو کوئی دوسرا کھڑا نہیں کر سکتا، نہ وہ حکومتیں اور طاقتیں اس دیوار کو ہٹا سکتی ہیں نہ وہ حکومتیں اور طاقتیں اس دیوار کو پیچ میں لاسکتی ہیں، یہ صرف اللہ کے حکم کی طاقت ہے شریعت کی میسائی اور اعجاز نمائی۔

شریعت محمدی اب بھی جوان ہے اور اس کی حکومت قائم

مجھے حضرت سکین شاہ صاحب حیدرآبادی کی ایک بات بہت پسند آئی، میں نے سنا کہ ایک بڑی بی حضرت کے پاس بیعت ہونے کے لئے آئیں، عمر ۷۰-۷۵ سال کی حضرت کی عمر بھی ایسے ہی، تو انھوں نے کہا بی بی بیٹھو ایک طرف پردہ میں اور چادر سے دو، ایک سر آپ پکڑ لیجئے، انھوں نے کہا، میاں آپ بھی بوڑھے، میں بھی بوڑھی، آپ بھی ۷۰-۷۵ سال کے، اور میں بھی ۷۰-۷۵ سال کی تو پردہ کا پے کا؟ فرمایا ہاں، بی بی ہم بھی بوڑھے، تم بھی بوڑھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جوان ہے، میں کیا کروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جوان کھڑی ہے، مجھے اس سے شرم آتی ہے، تو بھئی یہ شریعت جوان ہے، اور یہی شریعت آج بھی ہم پر حکومت کر رہی ہے، یہ اتنے سب آدمی اسی کے حکم پر چل رہے ہیں، اللہ کے فضل و کرم سے کہ جب تک یہ ایجاب و قبول نہ ہو، شرعی طریقہ پر نکاح نہ ہو، مجال نہیں کہ مرد و عورت کا سا بیٹھی دیکھ سکے آج بھی ہمارے گھروں میں ایسا پردہ ہے، خدا کے فضل سے کہ

پر چھائیں نہیں پڑ سکتی کسی غیر مرد کی، سب سے خون کا رشتہ ہے اور یقیناً یہاں بھی رشتہ ہوگا اور ہر جگہ ہے اور عام طور پر قرابتوں میں شادیاں ہوتی ہیں، لیکن جب تک کہ شریعت بیچ میں نہ آجائے جو جوان ہے جس کی حکومت اب بھی ہے، کوئی کچھ کہے بہاری حکومت ہے، بہاری حکومت ہے، لیکن سچ پوچھے تو شریعت محمدی کی حکومت ہے، وہ جیسی حکومت ہے، کیا روس کی حکومت ہوگی؟ کیا امریکہ کی حکومت ہوگی؟ یہاں ہے کوئی کسی حکومت والا، کون یہ سب کر رہا ہے، کون اتنے آدمیوں کو اتنی دور سے بلا کر لایا ہے، کس نے اتنے آدمیوں کو سب کام چھوڑ کر یہاں بٹھایا ہے، کس نے اس بچے کو ابھی تک روک رکھا، کس نے اس بچی کو اس سے دور رکھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے، اس سے بڑھ کر حکومت کسی کی ہو سکتی ہے، ہوتی ہو تو بتائے، ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ لوگ دیوار کے پیچھے آئے اور گایاں دینی شروع کر دیں، اور حکومتیں ایسا توڑتے ہیں ملتے ہیں، پاؤں سے روندتے ہیں، کیا حکومتوں کے آج قانون نہیں توڑے جا رہے ہیں، کون سا قانون ہے جو پورے طور پر چل رہا ہے، لیکن آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے کروڑوں انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان رہے ہیں، اور آپ کی شریعت پر چل رہے ہیں، اور جیسے نکاح یہاں ہو رہا ہے، ایسے ہی مراکش میں، اور ایسے ہی انجرائٹ میں، اور ایسے ہی امریکہ میں، خدا کے فضل و کرم سے وہاں بھی مسلمان رہتے ہیں، کیا مجال کہ کوئی مسلمان جس کے اندر ایمان ہے، وہ وہاں امریکہ کے قانون کے مطابق رسول میرج کرنے کوئی شادی ویسے بنا کرے، وہ کرے گا تو ویسے ہی کسی مولوی کو ڈھونڈ کر لائے گا، کسی تبلیغی آدمی کو لائے گا، اور مجلس ہوگی، اور سو پچاس آدمیوں کے سامنے نکاح پڑھایا جائے گا، یورپ میں بھی

ایسا ہی ہو رہا ہے کس کی ایسی حکومت ہے کہ وہ خشکی اور تیزی پر شمال اور جنوب پر، امیر و مغرب پر، بوڑھے اور جوان پر، مرد و عورت پر، ہر ایک پر اس کی حکومت ہو، اللہ کا دین زندہ ہے اور اللہ کا رسول اپنی قبر مبارک میں بھی زندہ ہے اور اس کی شریعت اس دنیا میں بھی زندہ ہے، یہ سجزہ ہے اور یہ بات اور یہ طاقت صرف شریعت ہی میں ہے اور کسی چیز میں نہیں، اس ازدواجی زندگی میں بھی ایسے مرحلے آتے ہیں کہ بعض مرتبہ آدمی بالکل اس کا جی چاہتا ہے کہ اس وقت کچھ کر گزرنے، غصہ آنا دے، وہ حقوق کا خیال نہ کرے حقوق کو پامال کرنے اور دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا، لیکن شریعت روکتی ہے، نہیں یہ عبادت ہے، پھر اس کے اندر کہیں مرضی کے خلاف کھانا لیا ہے، کہیں مرضی کے خلاف کوئی بات ہو رہی ہے، سب برداشت کر رہے، تو یہ عبادت نہیں، عبادات کا مجموعہ ہے، اور اس میں درجنوں عبادتوں کے نمونے موجود ہیں، اور ان کے عکس موجود ہیں، اس لئے یہ بڑی مبارک عبادت ہے۔

محبوب سنت

پھر اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب سنت ہے، اس لئے کہ یہ وہ سنت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام امت کے مقابلہ میں زیادہ اختیار دیا گیا ہے، اور یہ نہیں کہ ہم آپ پر پانچ وقت کی نماز فرض تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پانچ وقت کی ہو، ایسا نہیں، ویسے تہجد آپ ایسی پڑھتے تھے، ایسی پابندی کرتے تھے، جیسے گو یا فرض ہے، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے لئے وہ فرض ہی تھا، لیکن مسئلہ کے اعتبار سے، شرعی اعتبار سے

وہی پانچ وقت کی نمازیں آپ کے لئے بھی تھیں، ہمارے لئے بھی ہیں، لیکن نکاح کی وہ سنت ہے کہ آپ کو ہم سے زیادہ بیویاں رکھنے کا اختیار تھا، اور امت کا عقیدہ ہے اس پر اور یہ امت کی ان چیزوں میں ہے جن کا ثبوت قطعی اور متواتر طریقہ پر ہو چکا ہے، تو یہ ایسی سنت ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ امت کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہے، اس سے آپ سمجھ لیجئے کہ یہ محبوب سنت ہے، محض ایک چہل پہل، رونق یا اپنی شان و شوکت کا اور اپنی دولت کا اظہار (جیسے بعض جگہوں پر ہوتا ہے) مقصود نہیں ہے، یہ خالص عبادت ہے۔

وسیع و متعدی ثواب

اس کو عبادت سمجھ کر کرے تو انشاء اللہ نوشہ کو بھی ثواب، اس کے سرپرستوں، بزرگوں اور افراد خاندان کو بھی ثواب، اور بچی کے گھر والوں کو بھی ثواب، اور اس میں حصہ لینے والوں کو بھی ثواب، اس میں آنے والوں کو بھی ثواب اور بیٹھنے والوں کو بھی ثواب، اور گواہ بننے والوں کو بھی ثواب، اور سب کو ثواب، یہ ایسی متعدی اور وسیع دائرہ کی عبادت ہے کہ جو اس شامیانہ کے نیچے آجائے، یہ شامیانہ مراد نہیں، یہ بھی اچھا ہے، لیکن وہ عبادت کے شامیانہ کے نیچے، شادی کے شامیانہ کے نیچے، وہ سب اس ثواب کے کام میں شریک ہیں، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، البتہ نیت صحیح ہونی چاہئے اور شریعت کے احکام کو ڈھونڈھنا چاہئے، آپ کی معاشرت کا، آپ کے گھر کی زندگی، اہل بیت کی زندگی کا مطالعہ، اہتمام کے ساتھ ہونا چاہئے، ان سب چیزوں کے اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مسلمان کی اصل طاقت و قیمت ایمان و سیرت کے

[رانی پورہ میں روڈ اندور کے جلسہ عام میں ۲۶ نومبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء]
حمد و صلوة کے بعد

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ
يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

مومنو اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے
لئے امر و نکرہ میں تم کو جدا کر دے گا، (یعنی تم کو
ممتاز کر دے گا) اور تمہارے گناہ
مٹا دے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور

خدا بڑے فضل والا ہے۔ (الانفال - ۲۹)

بھائیو اور دوستو! آپ حضرات جانتے ہیں کہ مسلمان کی دو چیزیں ہیں، ایک حیثیت
عام انسان کی ہے، جس قانون اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ضابطہ کے مطابق سب
انسان دنیا میں آتے ہیں وہ بھی دنیا میں آیا ہے وہی اعضائے انسانی، وہی جسم اور جسم
کے تقاضے، جسم کی کمزوریاں، جسم کی بیماریاں لے کر کے آیا ہے، جو انسانوں میں مشترک ہیں
قانون فطرت اس کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے، وہ بچہ سے جوان ہوگا، جوان سے بوڑھا ہوگا،
پھر ایک وقت عمر طبعی کو پہنچنے کے بعد (اگر اللہ کو منظور ہوا) اس کا اخیر وقت بھی

آجنگا، اور وہ کیسا ہی عبادت گزار، خدا ترس، کیسا ہی زبردست عالم فاضل ہو، مصنف ہو، مفکر ہو، فلسفی ہو، دانشور ہو، شیخ طریقت ہو، صاحب کشف و کرامات ہو، اس کو دنیا سے جانا ہے "إِنَّكَ مَيِّتٌ" وَآلَهُمْ مَيِّتُونَ" اللہ تعالیٰ نے یہ صاف فرمایا ہے، تو پھر مسلمان کا استثناء کیسے ہو سکتا ہے۔

مسلمان کے دو وجود

ایک وجود مسلمان کا انسانی وجود ہے، فطری وجود ہے، جسمانی وجود ہے، اس کے لحاظ سے وہ عام انسانوں کی طرح ہے، اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے، کمانے کی بھی ضرورت ہے، کھانے کے لئے کمانے کی ضرورت، کمانے کے لئے کھانے کی ضرورت ہے، سونے کی صحت کا خیال رکھنے کی، حفظان صحت کے اصولوں پر چلنے کی ضرورت ہے، بیمار ہو جائے، تو دوا علاج کی ضرورت ہے، کمزور ہو جائے، تو اچھی غذا اور طاقتور دواؤں کی ضرورت ہے، سردی میں سردی کا لباس پہننے کی ضرورت ہے، گرمی میں گرمی کا لباس رکھنے کی ضرورت، مکان کی ضرورت اور سیکڑوں ضرورتیں ہیں، جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، یہ اس کا انسانی وجود ہے، اس میں وہ قانون قدرت کے ماتحت ہے، اسی طرح سے وہ قانون قدرت کا غلام ہے، جیسے دنیا کے تمام انسانی وجود اور نوع انسانی کے تمام افراد آدم کی ساری اولاد ہے، کوئی استثناء اس میں نہیں ہے، یہاں تک کہ خدا کے پیغمبر بھی کھاتے پیتے تھے، اور یہ طعنہ دیا گیا تھا "مَالِ لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُ فِي الْأَمْوَاقِ" (یہ کیسا رسول ہے، کھاتا پیتا ہے، اور بازار میں چلتا پھرتا ہے) اس لحاظ سے مسلمان میں کوئی ایسی

غیر معمولی طاقت اور کوئی ایسا امتیاز نہیں کہ دنیا میں دوسرے ذلت کے ساتھ ہیں اور وہ عزت کے ساتھ رہے، دوسرے ناکام ہوں اور وہ ہمیشہ کامیاب ہو، دوسرے مفتوح بنیں اور وہ ان سب کا فاتح ہو، دوسرے محکوم ہوں وہ ان کا حاکم ہو، اور زمین، آسمان اور کائنات ساری اس کے ارادے اور اس کی فتنا کا اثر کم کرے، اس کے لئے راستہ صاف کرے، سمندر اس کے لئے پایاب ہو جائیں، دریاؤں میں سے راستہ اس کے لئے نکال دیا جائے، پہاڑ اس کا راستہ روکنے سے ہٹ جائیں، اس مسلمان (جیسا ہمارے یہاں کہتے ہیں) کچھ سُرخاب کے پر نہیں لگے ہیں، قانونِ قدرت اس پر ویسے ہی جاری و ساری ہوگا جیسے تمام انسانوں، وجودوں اور تمام انسانی اجسام پر جاری ہو کر رہتا ہے، غلطی کرے گا سزا پائے گا، بد پرہیزی کرے گا بیمار ہو جائیگا، کمزوری دکھائے گا، مار کھا ٹیگا، آنکھ جھپکے گی، پٹ جائیگا، ہاتھ پاؤں نہیں چلائے گا، محنت نہیں کرے گا، تو بھوکوں مرنے لگے گا، اس میں اس کے اور انسانی لقبہ کے دوسرے افراد میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت ہے، وہ حیثیت اگر اس کے ساتھ قائم ہو جائیگی تو پھر وہ انسان رہتے ہوئے بھی کچھ اور چیزیں جاتا ہے، پھر اس کا معاملہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جاتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر بن جاتا ہے، اس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے قانون کو جو ہزاروں لاکھوں برس سے چلے آ رہے ہیں، بعض اوقات معطل بعض اوقات مؤخر کر دیتا ہے، اور اس کو غالب کرتا ہے، اس کو عزت دیتا ہے، اس کو فتح عطا فرماتا ہے، اس کو نیک نامی بخشتا ہے، اس کو فاتح اور منصور بناتا ہے، یہ حیثیت ارادی اور اضافی ہے، یعنی اس کے لئے فیصلہ اور اضافہ

کی ضرورت ہے کوئی اپنے ساتھ لے کر کے نہیں آتا اس کو، ماں کے پیٹ سے جہاں جسمانی اعضاء لایا ہے، ایسے ہی ایمان اور شریعت کی پابندی بھی لایا ہے، اس کو کسی ارادہ کی فیصلہ کی ضرورت نہیں، وہ تو اس کے ساتھ گویا جسم کا ایک حصہ ہے، اب اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، یہی ایک موروثی اور پیدائشی چیز ہے ایسا نہیں ہے۔

ٹارچ کی قیمت اس کے سیز سے ہے

اس کی موٹی سی مثال میں آپ کو دیتا ہوں، یہ ٹارچ ہے، اس میں سیز رکھے جاتے ہیں، اگر قسمت سے سیز رکھ دیئے گئے، اور سالہ بھر دیا گیا تو اس ٹارچ میں اور اس ٹارچ میں خالی ہے زمین و آسمان کا فرق ہوگا، یہ ٹارچ کہلائے گی، یہ اندھیرے میں اجالا کر دے گی، روشنی کا ایک تیز دھارا اس میں سے نکلے گا، یہ ہاتھ میں ہوگی تو آدمی ٹھوکر کھانے سے بچے گا، دیوار سے ٹکر جانے سے بچے گا کسی سوتے ہوئے بچہ پر پاؤں رکھ کر چلے جانے سے بچے گا، اور معلوم ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک بڑی طاقت ہے۔

اَوْ مِنْ كَانَ مَيْتًا فَاحْيَيْنَهُ
وَمَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ
فِي النَّاسِ مَثَلٌ فِي الظُّلُمَاتِ
لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا
بھلا جو (پہلے) مردہ تھا پھر ہم نے
اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے روشنی
کردی جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں
میں چلتا پھرتا ہے، کہیں اس شخص
جیسا ہو سکتا ہے، جو اندھیرے میں
پڑا ہوا ہو، اس سے نکل ہی نہ سکے؟

(الانعام - ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ نے (جیسے کوئی بچہ کر کے بتاتا ہے) بچے کر کے بتایا ہے، اور

دو اور دو چار اس طریقہ سے سمجھایا ہے، بھلا وہ جو مردہ تھا "أَوَمَنْ كَانَ مَيِّتًا فَآخِضِيْنُهُ" ہم نے اس کو زندہ کیا، اور اننا ہی نہیں "وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا مِّمَّشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ" ہم نے اس کو ایک روشنی عطا کی جس کے سہارے سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے "بَكَوْنِ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا" کیا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے کہ جو اندھیروں میں بھٹکتا پھرتا ہے، نکلنے کا اس کو کوئی راستہ ہی نہیں ملتا۔

مسلمان پر بھی فطری و اخلاقی قانون نافذ ہے

مسلمان بحیثیت انسان کے عام انسانوں کی طرح ہے اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کوئی ٹھیکہ نہیں ہے، خدا کی طرف سے کوئی ذمہ نہیں ہے کہ وہ غلطی کرے جب بھی ٹھیک اس کی چیت بھی چیت اور پٹ بھی چیت، خدا کے یہاں اندھا قانون نہیں ہے، جیسے انسانوں کے یہاں کا ہوتا ہے کہ برہمن کے یہاں پیدا ہو گیا تو برہمن ہے، کوئی اس کو شرف و عزت سے محروم نہیں کر سکتا، وہ اٹا کرے تو سیدھا اور سیدھا کرے تو سیدھا، بس اس کی ہر بات برہمن کی بات ہے، برہمن کی بات ہی اور ہوتی ہے، میں سیدوں کا، شیوخ کا نام بھی لے سکتا ہوں، آپ سید صاحب ہیں، سید کے گھر پیدا ہوئے ہیں، اب ان کے ستر خون معاف ہیں، اب یہ جو چاہیں کریں، ظلم کریں تو ظلم نہیں، جرم کریں تو جرم نہیں، غلطی کریں تو غلطی نہیں، دو دو چار کہنے کے بجائے پانچ کہیں تو ماننا چاہئے، اس لئے کہ سید صاحب نے کہا ہے کہ دو دو مل کر پانچ ہوتے ہیں، یہ کسی معمولی آدمی نے نہیں کہا، ان کے اندر سارے

اخلاق رذیلیہ پائے جائیں، ان کے اندر قساوت ہو، سنگدلی، ظلم کا مادہ ہو، کوئی حرج نہیں، میں سب پر ایک حکم نہیں لگانا، میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تصور جو کسی اونچے خاندان میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ دنیا سے الگ ہے، اور اس پر خدا کا قانون اور عقل کا قانون نہیں چلتا، وہ قانون سے بالاتر ہے، جیسے شاہانِ ایران جن کے یہاں سیکڑوں برس مس موروثی سلطنت چلی آرہی تھی، کیانی خاندان تھا، ساسانی خاندان تھا، رومن امپائر کے جو تاجدار ہو کرتے تھے، وہ ماں کے پیٹ سے شہزادے ہی ہو کر پیدا ہو کرتے تھے۔ اسلام کا معاملہ، اور خدا کے دین کا معاملہ یہ نہیں ہے، ایمان اور تقویٰ ایک الایٰ و اضافی چیز ہے جو بالارادہ ہوتا ہے، اور اس کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

پاور ہاؤس سے کنکشن ضروری ہے

دیکھیے یہ طلب ہے، یہ وائرنگ ہے، وائرنگ بالکل صحیح ہے، لیکن اس کا پاور ہاؤس سے کنکشن نہیں ہے، اور وہ کرنٹ اس میں نہیں آتا، تو اگر اس کی وائرنگ آپ ریشم کی کریں اور سونے کے تار گائیں، لیکن کنکشن نہیں ہے، بجلی کی رواس میں نہیں آرہی ہے، تو سب بیکار ہے، روشنی ہے، نہ کوئی فائدہ ہے، معاملہ ٹارچ میں سیلز اور سال رکھنے کا ہے، یہ سالہ بارگاہِ نبوت سے ملتا ہے، اس کے لئے ایک ہی جگہ، ایک ہی ٹھکانہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد اب وہ سیلز اور کہیں نہیں مل سکتے، نہ امریکہ میں، نہ روس میں، نہ دنیا کے کسی کارخانہ میں، وہ ایمانی سیلز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کراے میں، وہ اگر آپ ٹارچ میں رکھتے ہیں، فٹ کر دیتے ہیں، تو ذرا سا بٹن دبا بیٹے، ذرا سا ہاتھ کا اشارہ کیجئے اور روشنی کی ایک تیز رونکلی گئی، جس سے

آپ کو بھی راستہ نظر آئیگا، دوسروں کو بھی راستہ نظر آئیگا، اور اس کی یہی قیمت ہے کہ یہی اسلام کی شان ہے کہ جب وہ سب بھر دیے جاتے ہیں، تو صرف اس مسافر ہی کو جس کے ہاتھ میں وہ ہے جو اس کا مالک ہے، اسی کو راستہ نظر نہیں آئیگا، بلکہ بیسیوں جو بالکل اندھوں کی طرح راستہ چل رہے تھے، ان کو بھی راستہ نظر آنے لگے گا، یہ ہے مسلمان کی شان۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا
اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا.
(الانفال - ۲۹)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے
اور اس سے شرم کرو گے، اس کا الٹی ناکرو گے
اور اس کے احکام کا احترام کرو گے
اس کی شریعت کو قبول کرو گے، اس پر
چلنے کا فیصلہ کرو گے، اس پر عمل کرنا
شروع کرو گے، تو وہ تمہارے لئے امر و نہی
پیدا کرنے کا (یعنی تم کو ممتاز کرنے کا)

ماہ الامتیاز صفت

فرمایا ”يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا“، اللہ تم کو ایک ماہ الامتیاز چیز عطا کرے گا، تمہاری
سطح ایک دم سے بلند ہو جائیگی، تم اس سٹی سے ماحول کی خرابی سے نکل جاؤ گے، جب
انسان اپنے کو اللہ کی روشنی سے محروم کر لیتا ہے، تو پھر اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ وہ اس ٹاپچ
کی طرح ہو جاتا ہے جس کے سبب ختم ہو چکے، یا اس میں رکھے ہی نہیں گئے، اب اس سے تو یہ لکھو،
اچھی کہ اس سے ہم کتنے کو مار سکتے ہیں، اس سے اپنا دفاع کر سکتے ہیں، اپنی حفاظت کر سکتے
ہیں، اس ٹاپچ سے تو یہ کام بھی نہیں کر سکتے، ٹاپچ کی ساری قیمت اس کے سبب نہیں اس کو

نکال لیجئے تو اس سے لاشیٰ اچھی، بندوق کے اندر کارنوس ہے تو وہ بتوق، بتوق ہے، اس کی بڑی قیمت ہے، آپ بشیر کا شکار کر سکتے ہیں، لیکن اگر اس کے اندر کارنوس نہیں رکھا جاسکتا، یا کارنوس ہی خالی ہے، تو اس سے لاشیٰ اچھی، جب سلمان کے سیلز ختم ہو جائیں، جب اس کے اندر سیلز رکھے ہی نہ جائیں، یا وہ اپنی ناقدری سے کفرانِ نعمت سے ان سیلز کو بیکار کر دے تو پھر سلمان میں اور غیر مسلم میں کیا فرق؟ پھر تو وہ غیر مسلم جو اس سے زیادہ مضبوط ہے، اچھا ہے، اس سے زیادہ پیسے والا ہے، وہ اچھا ہے، اس سے بڑی کوٹھی رکھنے والا ہے، وہ اچھا ہے، جس کی موٹر اس سے اچھی ہے وہ اچھا اور بعض اوقات تو ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کے گھر کا کتا بھی اس سے اچھا کھانا ہو، جیسے بہت سے انگریزوں کے یہاں کتے پلے موئے ہوتے ہیں، جن کو وہ ملتا ہے، جو اچھے اچھے انسانوں کو نہیں ملتا، بات صرف ہاتھ پاؤں کان، ناک، آنکھ کی اور صورت شکل کی، اور انسان کے نام کی نہیں جس میں جسمانی طاقت زیادہ ہوگی، وہ اس سے بڑا، جس کے پاس پیسے زیادہ ہوں گے وہ اس سے بڑھا، اور جس کے پاس اونچی کوٹھی ہوگی وہ اس سے چڑھا، پھر تو سارا معاملہ اس پر آگیا کہ کس کے پاس پیسے زیادہ ہیں، کس کے پاس طاقت زیادہ ہے۔

مسلمانوں کی اصل طاقت

ہم مسلمانوں کی جو اصل خصوصیت، ہمارا مایہ الاقبتاز، ہمارا سرمایہ، ہمارا فخر، ہماری طاقت ہے وہ سیلز تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے یہاں سے لے کر آئے ہیں، اور انسانوں کے دماغ اور انسانوں کے دل کے اندر رکھے دماغ

میں بھی سبیلز رکھے ہیں، اور دل میں بھی ایمان کا کچھ تعلق انسان کے ضمیر اور قلب سے ہے، کچھ انسان کے دماغ اور فکر سے ہے، اس سے خاص طرح کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں، خاص طرح کا طرز عمل، زندگی کا رویہ اور مسلک پیدا ہوتا ہے، خاص طرح کے بڑاؤ کرنے کا طریقہ آتا ہے، خالق کی معرفت ہوتی ہے، مخلوق سے محبت ہوتی ہے، خدا کا خوف ہوتا ہے، بندوں کی شرم ہوتی ہے، اللہ کا ڈر اور اس کی محبت ہوتی ہے، اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے، غریبوں پر آدمی رحم کھاتا ہے، بے ایمانی سے بچتا ہے، چوری سے پناہ مانگتا ہے، اس کو جرائم سے ظلم سے گھن آتی ہے، بالکل سیرت ہی بدل جاتی ہے، یکس کا کرشمہ ہے، یہ ان سبیلز کا کرشمہ ہے۔

معنوی خودکشی

مسلمان اپنے کو ان سبیلز سے محروم کر دے تو یہ معنوی خودکشی ہے، جیسے کوئی زہر کھا کر مر جائے یا کوئی گلے میں پھندا ڈال کر کے اپنا گلا گھونٹ لے، مسلمان ہے لیکن اس کے اندر ایمان کے وہ سبیلز نہیں ہیں، عقیدہ کے وہ سبیلز نہیں ہیں، وہ ”فرقان“ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا
مومنو اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ
تمہارے لئے امر فارق پیدا

(الانفال - ۲۹) کر دے گا۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرنے لگو گے اور احتیاط کی زندگی گزارو گے، آپ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرو گے، ادھر چلو، ادھر مت چلو، اس راستہ چلو،

اُس راستہ نہ چلو، اس لیکر کو نہ چھوڑو، یہ سرحد پار نہ ہونے پائے، اس کا نام تقویٰ ہے، تقویٰ کے معنی بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو نماز ہی نماز پڑھتا چلا جائے رات کو پلک سے پلک نہ لگے، اس کو لوگ متقی کہتے ہیں، تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے، اس سے بچیں، اس کے تصور سے خیال بھی آجائے تو خدا کی پناہ مانگیں، اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے، ان کی پابندی کریں، بہفت اقلیم کی سلطنت مسلمانوں کو مل جائے، ان کے قدموں پر بادشاہوں کے تاج رکھ دیئے جائیں، اور قارون کا خزانہ ان کو مل جائے لیکن ان کے اندر وہ سیلزنہ ہوں، نبوت کی لائی ہوئی روشنی نہ ہو، وہ فرقان نہ ہو، جو اللہ تعالیٰ دین پر چلنے والوں کو عطا کرتا ہے، تو دُکوری کی قیمت نہیں، مسئلہ بہت صاف اور بہت ہی واضح ہے، میں کوئی پہیلی نہیں بچھا رہا ہوں، ہماری آپ کی ساری طاقت، سارا انبیاء، اللہ کے یہاں بھی جو مرتبہ اور مقام ہے، اور مخلوق کی نگاہ میں بھی جو وزن اور طاقت ہے، وہ سب ان سیلزنہ کے صدق میں ہے، سیلزنہ سلامت سب کچھ سلامت، یہ دل سلامت سب سلامت، یہ دماغ سلامت سب سلامت، عقیدہ سلامت، اخلاق سلامت، مسلمان مسلمان ہے، نہ پہاڑ اس کا راستہ روک سکتے ہیں اور نہ سمندر۔

ایمان و سیرت کی کرامت

میرے بھائیو! بات یہ ہے کہ یہ سب سیلزنہ کی کرامت ہے، یہ سالہ جو اس کے اندر بچھا ہوا ہے، ایمان کا سالہ، عقیدہ کا سالہ، اخلاق کا سالہ، مقاصد کا سالہ،

ہمارا عقیدہ الگ، ہمارا ایمان الگ، ہمارے اخلاق الگ ہونے چاہئیں، پھر کیا ہوگا
 «يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا»، اللہ تم کو ایسی ماہ الا تمیاز چیز بخشنے گا کہ دور سے پہچانے
 جاؤ گے، جہاں جاؤ گے تمہاری عزت ہوگی، مسلمانوں کا کیا حال تھا، آبادیوں کی
 آبادیاں بلاتی تھیں، آج کتنے ملک فتح ہوئے ہیں، جہاں کی آبادی نے بلایا تھا،
 مسلمانوں کو، تاریخ والوں نے پوری حقیقت لکھی نہیں، بیان نہیں کی، اب بہت سی
 حقیقتیں سامنے آرہی ہیں، مصر کے لوگوں نے بلایا تھا، دعوت دی تھی عربوں کو کہ
 آؤ ہمیں اس مصیبت سے نجات دو کہ ذرا سا اختلاف ہے عقائد کا، ہمارا اور
 رومیوں کا تو ہم سے وہ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتے ہیں، الفرڈ بٹلر
 ALFRED BUTLER کی کتاب ہے ”عربوں کا مصر فتح کرنا“ اس نے لکھا ہے کہ
 یوروں میں بھر بھر کر رومی ان قبیلوں کو سمندر میں ڈال دیتے تھے، کیوں؟ محض
 اس لئے کہ ان میں اور رومیوں میں حضرت عیسیٰ ؑ کے بارے میں کچھ اختلاف تھا،
 کہ بالکل خدا کی طرح ہیں، بالکل وہ خدا کا جزء ہیں، یا انسان ہیں، اور ان میں
 ننھوڑی سی خدائی بھی ہے، اس میں اختلاف تھا تو اتنا بڑا ظلم ہوتا تھا کہ کوئی حد نہیں،
 وہ یہ کہتے ہیں کہ ان قبیلوں نے دعوت دی تھی، اور کہا تھا کہ خدا کے لئے آؤ، اور
 ہمیں بچاؤ، ایسے معلوم نہیں کتنے ملک تھے، اور جب مسلمان کہیں کسی فوجی مصلو سے
 کسی صوبہ کو کسی شہر کو چھوڑتے تھے، تو لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور
 کہتے تھے کہ تم کیوں ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو، اور ان ظالموں کے حوالے کر رہے ہو،
 اور جب وہ کہتے تھے کہ نہیں ہم پھر آئیں گے تو کہتے تھے کہ اللہ تم کو جلد لائے،
 اور دعائیں کرتے تھے۔

ہندوستان پر بہارِ احمق اور اس کی ذمہ داری

میرے مسلمان بھائیو! تم کو اس ملک میں رہنا ہے، تمہارا حق اس سرزمین پر ہے، تم نے اس ملک کو بنایا، سنو! تم نے اس ملک کو تہذیب سے، تمدن سے اور ترقیوں سے مالا مال کر دیا، تمہارے اوپر بھی اس ملک کا احسان ہے، اس نے تمہیں ایسے آڑے وقت میں پناہ دی، اور یہ فیاض ملک ثابت ہوا، جب پناہ نہیں مل رہی تھی، جب تاتاری ایران اور ترکستان کے باغ بہاؤ شہروں پر چمک رہے تھے اور شہر کے شہر بے چراغ ہو رہے تھے، اس وقت بڑے بڑے مسلمان خاندان یہاں آئے، اور اس ملک نے اپنے بازو بھیلادیں، اپنی گود خالی کر لی تو ہمارے اوپر اس ملک کا حق ہے اور اس ملک پر بہارِ احمق ہے، دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے، جو بیچ میں کھڑی ہو جائے اور کہے کہ نہیں تمہارا اس ملک پر حق نہیں ہے، مگر آپ کو اپنے اندر ایمان و سیرت اور دعوت و ہدایت کا امتیاز پیدا کرنا ہوگا، جب آپ اس ملک میں عزت کے ساتھ رہ سکیں گے، تو حیدر کی طاقت آپ کے اندر ہو، اس سے بڑھ کر دنیا میں کسی طاقت کا تجربہ ابھی تک نہیں کیا گیا، ایک آدمی جس کے اندر توحید کا عقیدہ ہوتا ہے، وہ ساری دنیا کو، دنیا کی ساری طاقتوں کو خاطر میں نہیں لاتا، کوئی دولت و عزت اس کی نظر میں نہیں سماتی، ہمارے اندر توحید کا نگہ اہوا صاف عقیدہ ہو کہ خدا کے سوا نفع و ضرر کی طاقت کسی میں نہیں۔

لَا نَافِعَ وَلَا ضَارَّ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 وَهِيَ نَافِعٌ وَهِيَ ضَارٌّ وَإِنْ يَسْتَسْئَلُ أَحَدُهُ لِيُضِرَّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا اللَّهُ وَإِنْ
 سُرِّدَ لَهُ خَيْرٌ فَلَا رَدَّ لِفَضْلِهِ، اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر اللہ تعالیٰ

تھوڑے سا تھوڑے ضرر کا ارادہ کر لے تو کوئی روک نہیں سکتا، نفع کا ارادہ کر لے تو کوئی
 آڑے نہیں آسکتا۔ (سورہ یونس - ۱۰۷)

مسلمان کے امتیازات

پھر اس کے ساتھ تھوڑے اندر شریعت کی پابندی ہو، تم شریعت کے
 احکام پر چلتے ہو، جب ساری دنیا کی قومیں اپنے اپنے مذہب کے احکام کو چھوڑ چکیں،
 اب صرف رسم و رواج رہ گئے، صرف تہوار رہ گئے، صرف میلے ٹھیلے رہ گئے،
 صرف سوشل چیزیں رہ گئیں، تو اس حالت میں تم نمازوں کے پابند ہو، تم شریعت
 کے احکام پر چلتے رہو، تم حلال و حرام میں فرق کرنے والے ہو، اور اس کے ساتھ
 پھر تھوڑے اخلاق اعلیٰ ہوں، دنیا دودھ میں پانی ملائے، تم حرام سمجھو، دنیا کے
 درزی کپڑا چرائیں، تھوڑے درزی اس کو حرام سمجھیں، دنیا ڈنڈی ماے لو کم تو لے
 تم اس کو حرام سمجھو، اس راستہ سے آئے ہو، پیسے کو تم نجس و ناپاک سمجھو، مر جانا دس
 مرتبہ اچھا ہے لیکن رشوت لینا اچھا نہیں، اگر کوئی غیر مسلم چار گھنٹے کام کرتا ہو تو
 تم چھ گھنٹے اپنے آفس میں بیٹھ کر کام کرو کہ نہیں ہم جب اس کی تنخواہ پاتے ہیں تو پھر
 ہمیں خدمت کرنی چاہئے، اور اس ملک نے ہم پر احسان کیا ہے، ہم نے اس ملک میں
 صدیاں گزاریں، ہم پھلے پھولے، ہم نے ہر طرح کا لطف اٹھایا، یہاں کی تمام نعمتوں سے
 فائدہ اٹھایا، ہم اس ملک کے ساتھ غداری نہیں کر سکتے، ہم اس ملک میں کام چوری
 کی عادت نہیں اختیار کریں گے، گپ کرنے لہے، اور ایک دو فائلیں دیکھیں جیسے
 آج کل رواج ہے اور پھر لچ کا وقت آگیا، لچ کھایا، اس کے بعد پھر کچھ گپ کی،

کچھ چاہئے پی، کوئی دوست آگیا تو اس سے بات کرنے لگے، نہیں ڈیوٹی پر وقت پر جانا، وقت پر آنا، پورا کام کرنا، ہر آدمی کے ساتھ خیر خواہی کرنا، کوئی انسان کسی مذہب و ملت کا ہو، وہ اگر تمہاری مدد کا محتاج ہو تو تم بالکل نہ دیکھو کہ یہ کلمہ گو ہے یا نہیں، تمہیں اس کی مدد کرنی چاہئے، کوئی اگر ظلم کر رہا ہو تو اس کا ہاتھ پکڑنا چاہئے، ظالم کو روکنا چاہئے، مظلوم کی حمایت کرنی چاہئے، سچی بات کوئی کہے اس کی قدر کرنی چاہئے۔

ملک کے حالات میں تبدیلی

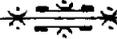
یہ اخلاق اگر ہمارے ہوں گے تو وہی بات ہوگی۔ **إِنْ شَقَّوْا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُمْ جُرْحًا نَّارًا**، اگر تم اللہ سے ڈرو گے اللہ تمہارے لئے فرقان پیدا کر دے گا، ہندوستان ہی میں دنیا دیکھے گی کہ مسلمان کا کیا احترام ہوتا ہے، مسلمان کو کس طرح لوگ آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں، کس طرح مسلمان کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر مسلمان نہ رہے گا تو اس ملک کا رہنا مشکل ہے، مسلمان ہی اس ملک کو تباہی سے بچا سکتے ہیں، اپنے اندر یہ اعتماد پیدا کرو، اپنے اندر یہ قوت پیدا کرو، جب آپ کے یہ اخلاق ہوں گے، تو انشاء اللہ پھر آپ کے لئے راستہ صاف ہے، آپ اپنے کو بھی بچائیں گے، اپنی عزت و ناموس کو بھی بچائیں گے، اور اس ملک کو بھی تباہی سے بچائیں گے۔

ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے اور مسلمان اس کو بچا سکتے ہیں

میں صاف کہتا ہوں کہ یہ ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے، کیوں کھڑا ہے؟

پیسے کی لالچ کی وجہ سے، بے ایمانی کی وجہ سے، رشوت کی وجہ سے، کام چوری کی وجہ سے، فرض ناشناسی کی وجہ سے، اور یہ بھاؤ بھید جو ہیں، ذاتوں اور برادر بولوں کے اس کی وجہ سے، آپ اس پورے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار ہیں، روشنی کا مینار، ادھر ادھر نہیں جانا، کھڑا رہنا ہے، سب کو راستہ دکھانا ہے، آپ بہت سے کام لیں اور اپنے اندر فرقان پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ایمانی صفات، اسلامی اخلاق اور دعوت و ہدایت اور بہرہ رسانی خلافت کے جذبہ کے ساتھ آپ کو یہاں کی زندگی سے کتنا بھی نہیں چلائے، آپ یہ نہ کہیں کہ صاحب ہمارے بلا سے یہ ملک ڈوبے یا بچے ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اپنی عاقبت کی فکر میں ہیں، نہیں، یہ بات ٹھیک نہیں ہے، مسلمان کا منصب نہیں ہے کہ آپ کے ہونے ہوئے ملک تباہ ہو جائے، خدا آپ سے پوچھے گا، آپ جس کشتی پر سوار ہیں، وہ کشتی ڈوبے، پھر آپ کی کیا خصوصیت رہی، آپ ڈوبتی ہوئی کشتی کو ہاتھ لگا دیں، وہ ساحل تک پہنچ جائے، یہ آپ کی شان ہے۔



ناشاد شادی آباد سے عبرت و مواعظ

[۲۷ نومبر ۱۹۸۳ء بروز شنبہ مانڈو (قدیم شادی آباد) کے طویلہ محل کی بالائی

منزل پر]

حمد و صلوة کے بعد۔

آج صفر ۱۴۰۳ھ کی ۱۰ تاریخ اور نومبر ۱۹۸۳ء کی ۲۷ تاریخ ہے، ہم لوگ اس وقت شادی آباد مانڈو میں ہیں، جو اب ناشاد ہے، اس کو اب ناشاد شادی آباد کہنا چاہئے، اور سچی بات یہ ہے کہ ہم سب آنے والے بھی ناشاد ہیں، اس لئے کہ جس انسان کے دل پر چوٹ نہیں لگتی وہ صحیح الفطرت انسان نہیں۔

کھنڈروں اور آثارِ قدیمہ کا شہر

ہم اس وقت یہاں قیام گاہ طویلہ محل کی بالائی منزل پر ہیں، ہمارے چاروں طرف کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں، قبور بھی ہیں اور قصور بھی ہیں، کسی صاحبِ دل سے ایک مرتبہ کسی نے انسانی زندگی اور شان و شوکت کا انجام پوچھا تو انھوں نے کہا ”ہذا قبورہم و تلك قصورہم“ ”ہذا“ اشارہ قریب کا ہے، اور ”تلك“ اشارہ بعید کا ہے،

یہ تو ہیں ان کی قبریں اور وہ رہے ان کے محل۔

یہاں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں، جو اس وقت ذہن میں تازہ ہوئیں ایک آیت ہے:

أَوَلَمْ يَنْهَى لَهُمْ كَمَا هُمْ كَلَّمْنَا مِنْ
فِيهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ
فِي مَسَلِكِهِمْ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
أَفَلَا يَسْمَعُونَ ۝

کیا ان کو اس (امر) سے ہدایت نہ ہوئی
کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو
جن کے مقامات سکونت میں یہ چلتے
پھرتے ہیں ہلاک کر دیا، یہ تمکاس میں

(الجمہ - ۲۶)

بجایہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی پشتیں اور کتنی نسلیں کھپا دیں،

وہ رخصت ہوئیں "يَمْشُونَ فِي مَسَلِكِهِمْ" جس چیز نے متوجہ کیا وہ ہے لفظ "يَمْشُونَ"

"فِي مَسَلِكِهِمْ" یہ ایسا حسب حال ہے کہ کوئی فولوگرانی کی تصور بھی اتنی حسب حال

نہیں ہو سکتی "يَمْشُونَ فِي مَسَلِكِهِمْ" ان کے رہنے کی ان کے سکونت کی جگہوں پر

چل پھر رہے ہیں، گذر رہے ہیں "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ" اب اللہ تعالیٰ متوجہ کرتا ہے کہ

تم جس طرح چل پھر رہے ہو یہ کچھ چلنا پھرنا نہیں ہے "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ" اس میں

نشانیوں میں کیا سنتے نہیں، غور نہیں کرتے دوسری آیت ہے کہ:-

وَكَأَيِّن مِّن آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ
عَمَّهَا مُعْرِضُونَ ۝ (یوسف - ۱۰۵)

اور آسمان و زمین میں بہت سی
نشانیوں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں،

اور ان سے اعراض کرتے ہیں۔

"هُمَّ عَمَّهَا مُعْرِضُونَ" اعراض جسمانی بھی ہوتا ہے، اعراض قلبی بھی، اور اعراض

فکری بھی، اعراض فکری اور اعراض معنوی اعراض جسمانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

میں اس وقت انسانی زندگی کی بے ثباتی اور سلطنتوں اور حکومتوں اور جاہ و شہم کی بے وفائی اور حکومتوں اور تہذیبوں کے زوال و انحطاط پر کوئی روشنی ڈالنا نہیں چاہتا، وہ تو آپ کے سامنے ہے اور عیاں راہے بیاں، میں نے یہاں پچھلی مرتبہ دو شعر پڑھے تھے

چمن کے تخت چرس دم شہ گل کا تھل تھا ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں ایک شور تھا غل تھا
گھل جب آنکھ نگرس کی نہ تھا جو خا کچھ باقی بتاتا باغیاں رُو و یہاں غنچ، یہاں گل تھا

زوال پذیر ملکوں اور سلطنتوں سے سبق

لیکن میرے قلب پر ایک اور تقاضا غالب اور ایک مضمون وارد ہوا ہے وہ یہ کہ میں اس سے پہلے قزلبہ اور غرناطہ بھی گیا ہوں، جہاں چھ سو برس تک بڑے جاہ جلال کے ساتھ عرب مسلمانوں نے حکومت کی، اور ایسا نقش قائم کیا کہ وہ یورپ کے لئے بھی رہنا بنا، آج بھی ان کے محلات شاہی اور وہاں کی مسجدیں اپنی نظیر نہیں رکھتیں، حالی مرحوم نے کہا تھا

کوئی قزلبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے مساجد کے محراب دور جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے وہ اجڑا ہوا کرو فر جا کے دیکھے

جلال ان کا کھنڈروں میں بیوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کُنڈن دکتا

میں غرناطہ بھی گیا، قزلبہ بھی گیا، ابھی اورنگ آباد گیا تھا، میں نے کہا تھا کہ اورنگ آباد اور غرناطہ میں مجھے بڑی مماثلت نظر آتی ہے اب یہ کہتا ہوں کہ مجھے

اس ناشاد شادی آباد اور غرناطہ میں بھی ممانکت نظر آتی ہے، ان سب میں ہم سب لوگوں کے لئے ایک سبق ہے، اور اسی کو عرض کرنا چاہتا ہوں۔

فاتحین اور حکمرانوں کی ایک غلطی

اسپین پھر اس کے بعد ہندوستان میں ان حکومتوں کے تخت پر جو لوگ تسمن تھے، ان کے کہیں تصور میں بات نہیں آتی تھی کہ کبھی ان کا یہاں سے کوچ ہوگا اور وہ بالکل بے دخل ہو جائیں گے، وہ اپنا زوال خواب میں بھی نہیں دیکھتے تھے، بہت سی ایسی سلطنتیں ہوئی ہیں جو اپنے کو دولت ابد قرار لکھتی تھیں، یہ سمجھتی تھیں کہ ہم اس ملک کا چارج براہ راست حضرت اسرائیلؑ کو دیں گے، ان لوگوں نے ملک فتح کئے، لیکن قوم فتح نہیں کی، انھوں نے زمین فتح کی لیکن دل فتح نہیں کئے، دونوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں، انھوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ یہاں کی اصل آبادی کیا اہمیت رکھتی ہے، اور وہ کس حد تک قابل توجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کے مطابق ایسا بہت کم سا گیا ہے کہ کسی ملک کی آبادی سو فیصدی فنا ہوگئی ہو، کسی ملک میں مسلمانوں کو اس وقت تک اپنے مستقبل پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے، جب تک کہ وہاں کی اکثریت کو اپنے عقائد، اپنے مسلک، زندگی اور خصال اور احساسات میں (اور ایک لفظ میں) اس عقیدہ ایمان میں شریک نہ کر لیا جائے، جو اللہ نے نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس امت کو نصیب فرمایا ہے، جب تک مسلمان ان کے اس دولت میں شریک نہ کر لیں اس وقت تک نہ ان کی سلطنت کا کوئی اعتبار ہے، نہ تہذیب کا اعتبار ہے۔

عرب فاتحین اولین کا امتیاز

یہ نکتہ تھا، جس کو ان عرب اولین نے سمجھا، جنہوں نے مصر، شام اور عراق فتح کیا تھا، وہاں کی قوم کو انہوں نے سینہ سے لگایا، ان کے ساتھ ایسی مساوات برتی، ان کے ساتھ ہمدردی کی اور ان کے مسائل سے ایسی دل چسپی اور ان میں ان کی رہنمائی کی ان کے درد دکھ میں ایسے شریک ہوئے کہ وہ قوم ان کے دین اور ان کی انسانیت و شرافت کا کلمہ پڑھنے لگی، اور اس نے اپنی خواہش سے ان کی تہذیب اور ان کی زبان بھی اختیار کر لی، مصر میں آج بہت تھوڑی تعداد میں قبطی ہیں، اور وہ عربی ہی بولتے ہیں، اور مجھے خوب یاد ہے کہ جس وقت مصر میں ایک قانون بنا تھا کہ غیر مسلم اقلیت کے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو عیسائیوں نے بڑا احتجاج کیا تھا، اور کہا تھا کہ ہماری عربی زبان کمزور ہو جائیگی اور ہم جاہل رہ جائیں گے، یہ قانون ہم پر نافذ نہ کیا جائے، ان میں حافظ بھی ہوئے ہیں، مصریوں کا مذہب بدل گیا، تہذیب بدل گئی، زبان بدل گئی، قومیت بدل گئی، سب سے عرب قومیت اختیار کر لی، اسی طرح عراق میں ہوا، اسی طرح شام میں ہوا، اور جب عرب اول اول سندھ میں آئے تو انہوں نے وہاں بھی اثر ڈالا جس کا اثر آج تک ہے کہ سندھی زبان میں آج تک چٹائی کو حصیر کہتے ہیں، آج تک لہسن کو ٹوم کہتے ہیں، آج تک جمرات کو خمیس کہتے ہیں، ابھی تک سندھیوں کا رسم الخط عربی ہے، اسی طرح انڈونیشیا میں انہوں نے ایسا اثر ڈالا کہ انڈونیشیائی رسم الخط بھی اصلاً عربی تھا، اب وہاں قومیت کی تحریکیں اٹھیں تو حقیقت نظر انداز ہو گئی۔

اصل آبادی کو نظر انداز کرنے کی غلطی

ہندوستان میں بہاے یہاں کے حکمرانوں نے سب کچھ کیا مگر یہ نہیں سوچا کہ اس ملک کی اصل آبادی کو یہاں رہنا ہے اور بظاہر اکثریت واقفیت کا یہ کتاب سیکڑوں ہزاروں برس تک رہے گا، اس کو جب تک اپنے سے مانوس نہ کیا جائے، اس کے دلوں میں جب تک گھر نہ کر لیا جائے، اس کے دل میں جب تک ایمان کا تخم نہ بویا جائے، اور کم سے کم ان کے اندر اسلام کی قدر اور اسلام کی عظمت نہ پیدا کر دی جائے، جب تک ان کی وحشت و نفرت دور نہ کی جائے، اس وقت تک حکومت کا کوئی اعتبار نہیں، ہم چاہے زمین میں چاہے پہاڑوں پر زمین گیر کے حجیر العقول نمونے پیدا کر دیں، جیسا کہ قوم نمود نے کیا تھا کہ "تَتَحَوَّنَ مِنَ الْجِبَالِ سُبُوتًا فَرِحِينَ"، انھوں نے پتھر تراش تراش کر بستنیوں کی بستیاں آباد کر لیں لیکن یہ چیز بالکل قابل اعتبار نہیں تھی، اصل کام کرنے کا یہ تھا کہ یہاں کی آبادی کو مانوس کیا جاتا، اور اپنے اخلاق سے، تعلیم سے، تربیت سے، طرز عمل سے، محبت، خلوص سے یا ان کو (ان کی رضامندی بلکہ خواہش و اصرار سے) اسلام میں داخل کر لینے، یا اسلام سے انعامانوس کر لیتے کہ اسلام سے کسی قسم کی کوئی وحشت اور اجنبیت نہ برتی، اس میں جو کچھ ہو اور آج ہم جو یہاں دیکھ رہے ہیں، یہ اسی غفلت کا نتیجہ ہے، یہاں کے مسلمان حکمرانوں کے اندر احساس برتری رہا، ہم حکمران طبقہ کے افراد ہیں، ہم حکمرانی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور یہ حکومت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہ بہانے ترکیبیں اسل سلاطین اور افتخانی النسل سلاطین کے ذہن سے نہیں نکلا، اس کے بالکل برعکس

عربوں کے اندر یہ تھا کہ نہیں ہم سب بھائی بھائی ہیں، ہم یہاں داعی اور مبلغ ہو کر آئے ہیں، اور ہمیں یہاں اللہ کا دین پھیلانا اور پہنچانا چاہیے۔

بربر کی مثال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربر جیسی ناقابل تسخیر قوم جس کی مثال نابینا بچہ نہیں ملتی، عربوں سے پہلے اس نے کسی کی حکومت تسلیم نہیں کی، یہاں تک کہ رومن امپائر ROMAN EMPIRE اپنے پورے عروج اور شان و شوکت کے ساتھ رہی لیکن بربر آزاد کے آزاد ہے، انھوں نے رومیوں کی کوئی چیز قبول نہیں کی، وہ رام اور تسخیر ہوئے تو عربوں سے ۳۲۳ء میں فرانس نے ایٹری چوٹی کا زور لگا دیا، کہ بربروں میں اپنی قومیت و قدیم تہذیب کو زندہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، انھوں نے بربروں میں یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ الگ ہیں، عرب الگ ہیں، فرانسیسیوں نے اظہیر البربر کے نام سے شاہ مراکش کی طرف سے ایک فرمان نکلوایا کہ بربروں کو اندرونی آزادی دی جاتی ہے، وہ اپنی قدیم تہذیب کا احیاء کریں، اپنا رسم الخط الگ بنائیں، اس کا لغت اور ڈکشنری بنائیں، اور اپنے کو ایک مستقل قوم سمجھیں، بربروں نے اس سے انکار کر دیا، اس وقت ہمارے مشائخ ہی میدان میں آئے، انھوں نے ایک وظیفہ نکالا "بالطیف الطف بنا فی ماجرت بہ المقادیر ولا تقدرق

بیننا و بیننا الخنا لنا البرابرة" یہ ان کا ہر نماز کے بعد وظیفہ تھا، اس وقت اس وظیفہ نے وہ کام کیا کہ فرانسیسی حکومت بالکل ناکام ہو گئی، ادھر بربروں نے انکار کر دیا، اور ادھر ان عربوں نے کہا کہ یہ ہمارا گوشت پوست ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ

وہ ایسے شیر و شکر نظر آتے ہیں کہ پہچان نہیں پڑتے۔

اسپین کی عرب حکومت کی غلطی

اسپین میں عربوں سے غلطی ہوئی کہ وہاں کی عیسائی آبادی اور اکثریت کو انھوں نے نظر انداز کیا، وہ فنونِ لطیفہ کی ترقی اور تعمیرات میں لگ گئے، الزہراء جیسا شہر انھوں نے آباد کیا، جس کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے، البحر، جیسا قلعہ بنایا جو لوگ اسے دیکھ آئے ہیں وہ کہتے ہیں اس کے سامنے مغلوں کے تعمیری نمونے بھی نہیں جھپتے، اندلس کے زوال پر جو کتا میں لکھی گئی ہیں ان میں جو اسباب بیان کئے گئے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ عربوں نے اس آبادی سے آنکھیں بند کر لیں جو ان کے گرد زمین کی طرح پھیلی ہوئی تھی، اپنے حال میں گن اور اپنے نخل میں بند رہے، وہ علوم ادبیہ اور شعر و شاعری میں مست رہے، انھوں نے حاصلِ شائے پیدا کیا، فنِ تعمیر کا ایک نیا نمونہ، ایک نیا آرکیٹیکٹ ARCHITECT دنیا کو دیا، یہ سب کچھ کیا، لیکن ملک کی آبادی کی طرف سے انھوں نے آنکھیں بند رکھیں، اس کو دینِ فطرت میں لانے کی کوئی اہم اور کوئی منظم کوشش نہیں کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ بے دخل ہوتے ہوتے غرناطہ کی آخری سرحد تک پہنچے جہاں سے پھر آبنائے جبل الطارق تھی، اور وہاں ان کو آخری دھکا دیا گیا، تو وہ تعمیرات کو تو چھوڑ گئے، باقی چیزوں کو لے کر وہ زمین سے ایسے بے دخل ہوئے جیسے کبھی یہاں تھے ہی نہیں۔

غلطی کا اعادہ نہ ہو

ہم نے بھی اگر ہندوستان کی اصل آبادی کو نظر انداز کیا، اور اسلام کا پیغام

اس تک نہیں پہنچایا، اور اسے اپنے اخلاق سے تسخیر نہیں کیا اور ان کے دلوں میں ہم نے گھر نہیں کیا تو (الشر تاملے محفوظ رکھے) یہ ملک بھی کسی وقت اسپین بن سکتا ہے، ترکستان میں بھی یہی ہوا، مسلمانوں نے ایک سرحد بنائی کہ بس اس کے آگے نہیں جاتے، ادھر روس کا سارا علاقہ طاقت حاصل کر رہا تھا، لیکن بخارا اور سمرقند میں بیٹھے ہوئے ہمارے مسلمان بادشاہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم قیامت تک یہیں رہیں گے، اور کسی کی کیا مجال کہ سرحد پار کرے اور یہاں آئے، نتیجہ یہ ہوا کہ جب یورپین روس سے انقلاب کا ریلا آیا تو سب بہا کر لے گیا۔

ہم مسلمانوں کو اس حقیقت کو اب سمجھ لینا چاہئے کہ اگر شو فیصد مسلمان تہجد گزار ہو جائیں، اور ہر مسلمان کے ہاتھ میں تسبیح آجائے اور ہر مسلمان اشراق اور چاشت کا پابند ہو جائے، لیکن اگر اکثریت اس سے مانوس ہے، اکثریت اپنے دل میں اس کی طرف سے زہر لئے ہوئے بیٹھی ہے، اور سینہ میں انگارے سلگ رہے ہیں، تو خدا نخواستہ جس وقت اس ملک میں کوئی بھونچال آئے گا، تو ہم اپنی ان تمام عبادتوں، نوافل کے ساتھ بے دخل ہو جائیں گے، اس وقت نوافل تو نوافل، جو بنیادی چیزیں ہیں وہ بھی نہیں رہیں گی، اس لئے دینی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس آبادی کو اپنے سے مانوس بنائیں، اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچائیں، ان کو بتائیں کہ اسلام کیا ہے؟

آج ایران کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے آیا ہے کہ بس مارو اور برتن، بزنجی پش^{۱۵} آدمی کل ماے گئے، اور پچاس آدمی آج ماے گئے، یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہے، ان کو بتایا جائے کہ دین کس طرح پھیلا، ایک ایلی ذات سے دین پھیلا ہے، اور جو ایمان لاتے رہے وہ بھی غیر مسلح اور کمزور لوگ تھے، یہ آخر کون سی تلوار تھی، جو میدان میں آئی،

اور اس نے دین کو پھیلادیا، ہم اپنے طرز زندگی سے، طرز عمل سے، اپنے اخلاق سے، اپنی خوش معاشی سے، اپنی دیانت داری سے، اپنے میٹھے بول سے یہاں کی اکثریت کو زیادہ سے زیادہ مانوس کرنے کی کوشش کریں، ورنہ دو سنتوں بقول اقبال سے

میں نہ عارف، نہ مجتہد، نہ محدث، نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پر رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پر ضمیر فلکِ سیلی قام
عصر حاضر کی شب تار میں دکھی میں نے
وہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
یہ ایسی حقیقت ہے جس کے لئے کسی بڑی فراست اور دور بینی کی ضرورت نہیں،

کیا میرٹھ اور مراد آباد میں عابد زراہد لوگ نہیں تھے، خدامعات کرے کیا وہاں
دینی تعلیم نہیں تھی؟ کیا وہاں مدرسے نہیں تھے؟ مسجدیں نہیں تھیں؟ لیکن جب فساد کی
لہرائی تو سب کو نقصان پہنچ گیا، جس وقت کوئی لاوا پھلے گا کسی کو وہ آتش فشاں سے
پھر وہ کسی چیز کی تمیز نہیں کرے گا، اس کو ہم روہے ہیں، کئی برس سے کہ دیکھو شہر و
کی فضا ایسی بناؤ کہ اگر کوئی مفسد آئے اور لڑوانا چاہے اور وہاں فساد کرانا چاہے
تو اس کو وہیں کے شہری ناکام بنا دیں، وہ کہیں کہ ہم کس کے خلاف ہاتھ اٹھائیں؟
یہ مسلمان جن کی وجہ سے یہاں کی دہائیں دور ہوتی ہیں، بلائیں دور ہوتی ہیں ان کی وجہ
سے ہم خدا کا نام سنتے ہیں، جو ہمارے بچوں سے پیار کرتے ہیں، جو ہمارے مریضوں کی خبر
لیتے ہیں، جو اسپتالوں میں جا کر بلا تفریق مذہب و ملت مسلمان، ہندو سب مریضوں
سے ہمدردی، غم گساری کرتے ہیں، براہِ واران وطن کو پتہ ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے؟
وہ اپنے اندر رحمت کا کیا پیام رکھتا ہے؟ وہ انسانیت کو کیا دیتا ہے؟ اور مسلمان
کیسے خلیق، کیسے عالی ظرف، کیسے ہمدرد، دینی نوع انسان، کیسے قربتِ انقلب کیے مخلص،

کتے فرض شناس ہوتے ہیں، یہ کوئی نہیں جانتا۔

صوفیائے کرام کا کارنامہ

یہ کام یہاں ہمارے صوفیائے کرام نے کیا، اگر وہ نہ کرتے تو آج اتنا بھی نہ ہوتا ہم اتنی تعداد میں بھی یہاں نہ ہوتے، آپ پڑھیں، خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ عیاشیات پورا انسانیت کی پناہ گاہ تھی، کہ ماے اکھدر سے تسائے ہوئے گھروں سے نکالے ہوئے لوگ آتے تھے اور ان کو وہیں پناہ ملتی تھی، روٹی بھی کھاؤ، بستر بھی ملے گا، یہاں پڑے رہو، کوئی ٹھنیں تو چھپی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا، یہ عیاشیات پورا کی خانقاہ ہی کا اثر تھا کہ میوات کا سارا علاقہ مسلمان ہو گیا، وہیں سے وہ دھارا چلا ہے، یہ بات دہلی کے اور اطراف میں کیوں نہیں؟ اس کچھ ہی آپ نے غور کیا؟ یہی وہ چیز ہے جس کو ہم کہتے ہیں، مگر نفاذ خانہ میں طوطی کی آواز بھی کچھ ہوتی ہے، ہماری آواز تو طوطی کی آواز کے برابر بھی نہیں، یہاں آکر ایک چوٹ سی لگی کہ آخر اس آسانی کے ساتھ یہاں کے باشندے کیسے چلے گئے، جنہوں نے اپنی ذہانت، اپنی کارکردگی، اپنے عزم کے سکے بٹھا دیئے تھے۔

وَقَلْنَا يَا آدَمُ اسْمَاءُ مَا يَنْبَغُ لَكَ مِنْ هَذَا
اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے

مِنَ الْجَنَّةِ (المحشر- ۲) قلعے ان کو خدا کے عذاب سے بچالیں گے۔

قلعے نہیں بچاتے، اصل میں پیغام بچاتا ہے، دین بچاتا ہے، عمل بچاتا ہے، اخلاق بچاتے ہیں، اور وہ رشتہ اور تعلق جو عام انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ماں اور باپ کی گود میں جگہ نہیں وہ کہتے ہیں، ہماری گود میں آجاؤ، حضرت خواجہ معین الدین حسینی نے

کیسے اجیر میں بیٹھ کر اتنا بڑا کام کر لیا، یہی وہ انسان دوستی، اور وہ رحمت و رأفت تھی جو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام اکرم اللہ سے، میراث میں ملی تھی، وہ گویا شیروں کے بھٹ میں آ کر کے بیٹھ گئے، ہم آپ اس وقت اندازہ نہیں کر سکتے کہ اجیر کی اس وقت کے ہندوستان میں کیا حیثیت تھی؟ اس وقت خدا کا ایک بندہ ایران سے چل کر کے آتا ہے، اور سیدھے آ کر کے وہاں بیٹھ جاتا ہے، اور کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ لوگ ان سے ڈرتے تھے، نہیں ان کی سیرت ان کے حالات دیکھ کر لوگوں کے ہاتھ ان کے خلاف اٹھ نہیں سکتے تھے، وہ سمجھتے تھے، جیسے مہاپاپ (महापाप) ہے ایسے آدمی کو تکلیف دینا، معلوم نہیں کیا آفت آجائے گی، زلزلہ آجائے گا، ابھی تک چیخیت نظر انداز ہوتی رہی، اس کا نتیجہ دیکھئے، مغلیہ سلطنت کس آسانی کے ساتھ ختم ہو گئی، یہ جو علاقائی حکومتیں تھیں، ان کا روبرو، اللہ اکبر کہتے ہیں کہ مانند میں سترہ لاکھ کے قریب آبادی تھی، سترہ لاکھ کی آبادی اس زمانہ میں، ایسے ہی گوکنڈہ ایک زمانہ میں ایشیا کا عظیم ترین نہیں تو دو تین عظیم ترین شہروں میں سے تھا، اس کی تہذیب ضرب المثل تھی، گوہ نور وہیں مغل بادشاہوں کو ملتا تھا، کسی طریقہ سے اس پر غور کیا جائے کہ اس آبادی کو اپنے عقیدہ اور مسلک میں ادنیٰ درجہ کا کوئی فرق کئے بغیر انوس کیا جائے، اور یہ بالکل ممکن ہے، ہمارے بزرگوں نے کر کے دکھا دیا، ان کے تولدنی معمولات میں بھی فرق نہیں آتا تھا بلکہ اور بڑھ جاتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک کام انھوں نے بھی کیا کہ ان کو قریب کیا اور ان کو انوس بنایا۔ بس یہی مجھے عرض کرنا تھا کہ ہمیں یہ عبرت لیننی چاہئے کہ کیوں یہاں سے

مسلمانوں کا مکمل زوال ہو گیا، اور ایسا زوال ہوا کہ اب - ع
بتانا باعجاں رورو، یہاں غنچہ یہاں گل تھا

صحت مند معاشرہ کی زندگی کے تین ستون

[۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء بروز یکشنبہ جامع مسجد امجدیہ میں۔]

اعفد باحله من الشيطان الرجيم

ان لوگوں کی بہت سی مشوریں اچھی

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ

نہیں، ہاں اس شخص کی مشورت اچھی

إِلَّا مَن أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ

ہو سکتی ہے جو خیرات یا نیک بات

أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ط

یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔

(النساء - ۱۱۴)

آپ غور کریں گے تو یہ تین چیزیں ایسی ہیں، جن پر ایک صالح معاشرہ قائم ہو سکتا ہے، وہ معاشرہ کے تین ستون ہیں، صدرۃ، جب تک کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ عملی بہدری نہ ہوگی، آدمی کی مدد کا جذبہ سینہ کے اندر کار فرمانہ ہوگا، اور وہ ایشارہ کرے گا کوئی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا، "أَوْ مَعْرُوفٍ" معروف بھی قرآن مجید کا ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا یعنی معقول و مستحسن بات، جو چیز عرف میں داخل ہے، اور جس کو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں، اس کا جو حکم دے اب ہر جگہ کا معروف الگ ہوگا، یہاں کا معروف

یہاں کے لحاظ سے ہوگا، دوسرے نظام کا معروف وہاں کے لحاظ سے ہوگا اور خود
 اَوْ اَصْلَاحِ بَيْنِ النَّاسِ“ عام طور پر قلبیوں، خاندانوں میں ”اِفساد ذات البین“
 کا منظر نظر آتا ہے، یعنی آپس کے تعلقات کشیدہ ہیں، بستی بستی، گاؤں گاؤں، قصبے
 قصبے یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، خاص طور پر جہاں شرفاء آباد ہیں، کسی دل سوختہ
 شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ ۵

بہر جا جمع می آئند سادات
 فسادات، فسادات، فسادات

اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جہاں سادات جمع ہوں، پھر ماشاء اللہ
 سادات ہی سادات ہیں، اوریوں بھی تشریح ہو سکتی ہے کہ پھر نا انصافیاں ہی
 نا انصافیاں اور جنگ و جدل ہی کا منظر نظر آئے گا۔

مولانا ابیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، پورہ وہیں آتا ہے، جہاں
 مایہ ہوتی ہے تو جو جتنا اونچا ہوتا ہے، اسی پر شیطان حملہ کرتا ہے، تو یہ سادات، شیوخ
 صدیقی، فاروقی، انصاری، قریشی اور ان کی مختلف شاخیں عثمانی، علوی، عباسی
 جہاں ہوتے ہیں، ان میں شیطان بہت کامیاب ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ان کو
 ایک دوسرے سے مکدر کرنے اور شاک بنانے کا کام دوسروں کے مقابلہ میں آسان
 ہوتا ہے، ان کی حیثیت، بحیثیت عربی بلند ہوتی ہے، کچھ ان کی توقعات ہوتی ہیں،
 کچھ ان کی عادتیں ہوتی ہیں، کچھ وہ اپنا حق سمجھتے ہیں، شیطان اسی راستہ سے
 آتا ہے، دیکھو فلاں نے تمہیں سلام ٹھیک سے نہیں کیا، وہ حقیر سمجھتے ہیں، مالی حالت
 کچھ کمزور ہو گئی ہے، اب وہ اس طرح جھک کر سلام نہیں کرتے، اب دل صاف

نہیں ہے، ہمارے خاندان میں بھی ایسے جھگڑے ہو چکے ہیں کہ شادی میں نہیں ملتے
 تھے، غمی میں ملتے تھے، یہ ایک ذرا سی شرافت کی بات تھی، بہت دنوں تک قصہ
 چلا پھر اللہ نے صلح و محبت کی قضا پیدا کر دی، یہ نین چیزیں ایسی ہیں کہ یہ اقدی
 ہر جگہ مشترک ہیں، صدقہ، معروف، اصلاح بین الناس، ہر مقام کو ان کی ضرورت
 ہے، جہاں صدقہ بند ہو جائے، محبت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، ہنس کر بولنا بھی
 صدقہ ہے، میٹھی زبان رکھنا اور خوش کلامی بھی صدقہ ہے، اگر کسی کا کوزہ اگر جائے،
 اور وہ سواری پر ہو تو اٹھا کر اس کو دے دو یہ بھی صدقہ ہے، راستہ سے کانٹا
 ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، صدقہ کی سیکڑوں قسمیں ہیں، ایک صدقہ کہہ دیا اس لئے کہ
 یہ سب پر حاوی ہے، یعنی خیر سگالی کا جذبہ، خیر خواہی اور مدد کا جذبہ، اس کے
 بغیر کوئی معاشرہ، کوئی اجتماعی زندگی اول تو وجود میں نہیں آسکتی اور اگر آئے تو
 رہ نہیں سکتی، اور پھر معروف "أَوْصِلِحْ بَيْنَ النَّاسِ" یہ قرآن ہی کہہ سکتا تھا،
 یہ آیت بھی مجرہ ہے، پورا تمدن انسانی، پورا معاشرہ انسانی اسی پر قائم ہے، صدقہ
 معروف، اصلاح بین الناس آج ہر جگہ آپ دیکھیں گے کہ اس کے خلاف ہو رہا
 ہے، کہیں صدقہ کا دروازہ بند ہے، تو کہیں معروف کا دروازہ بند ہے، تو کہیں دونوں
 چیزیں ہیں، لیکن اصلاح بین الناس کا دروازہ بند ہے، بگاڑنے والے، لڑانے والے
 پچاس اور ملانے والا ایک، مجھے احمد شہ مجس کی عادت نہیں کہ میں یہاں کے
 لوگوں سے پوچھتا کہ آپ کے یہاں کیا کمزوریاں ہیں، یا مجھے وہاں تقریر کرنا ہے مجھے
 بتا دیجئے، تاکہ انھیں دکھتی ہوئی رگوں پر انگلی رکھوں، یہ طریقہ مصلحین کا بھی نہیں ہے،
 اور جو دین کا کام کریں ان کا بھی نہیں ہے، ستر، پردہ پوشی اللہ کی صفت اور زون کے

اخلاق ہیں، مجھے نہ تفصیل معلوم ہے نہ اجمالی طور پر کچھ علم ہے لیکن ہرستی میں اسی کا اندیشہ ہوتا ہے، کئی مقامات پر اسی کی طرف توجہ دلائی، آج یہاں بھی یہی کہتا ہوں کہ ان تین چیزوں کا خیال رکھئے صدقہ، معروف، اصلاح میں الناس۔

پوچھی شرط اللہ نے یہ لگائی ہے اس کا رخصت میں نیت ہونی چاہئے رضائے الہی کی ”وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ“ ایک اچھا عمل، سیاسی اغراض سے بھی ہو سکتا ہے، تمدنی اور مادی اغراض سے بھی ہو سکتا ہے، یہ سب اغراض ہیں لیکن یہاں اللہ نے فیصلہ کر دیا، ”وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا“ جو اللہ کی رضا کے لئے کام کرے اس میں تو ایسے نہیں کہ صاحب ہم کریں گے تو وہ بھی کرے گا، اور اچھا ہے کہ اچھی زندگی گزرے گی یہ نہیں، بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لئے۔

آپ لوگوں کو شکر کرنا چاہئے کہ الحمد للہ یہاں ابھی تک مسجد میں قائم ہیں اور یہاں تبلیغی جماعتیں بھی آتی ہوں گی، اور یہاں سے لوگ بھی نکلنے ہیں ہمارے عارف اللہ صاحب نے بھی ماشاء اللہ بڑی دودر دور گئے، باوجود اتنی کمزوری کے اور آئندہ کے لئے بھی دعوت دیتا ہوں کہ آپ اندر اور بھوپال سے رابطہ رکھیں۔

مکاتب کا نظام

اپنے یہاں بچوں کی تعلیم کا بھی انتظام کریں، ہر مسجد کے ساتھ مکتب ہونا چاہئے، ہمارے بچپن میں بڑا اچھا رواج تھا کہ گھروں میں بیسیاں پڑھاتی تھیں، بڑی بڑھیا لے مولوی کا مین اللہ صاحب کے ہم محترم۔

یابوہ عورتیں جو پڑھی لکھی ہوتی تھیں، محلہ محلہ اس کارواج تھا، بڑا فائدہ پہنچاتا تھا اکثر بچیاں آتی تھیں اور بچے بھی آتے تھے، اس کو بھی زندہ کیجئے، اور باہر کی دنیا سے کٹے نہیں، بزرگوں سے تعلق رکھئے، علماء کے مرکوزوں میں جائیئے، مدرسوں میں جائیئے اب اگر یہ بچے ہمارے یہاں ندوہ میں نہ جاتے تو کیا معلوم کیا بنتے، لیکن اگر سلسلہ بند ہو جائے اور اپنے اس نحل میں آپ بند ہو کر رہ جائیں، پھر ترقی نہیں ہو سکتی، ترقی اسی طرح ہوتی ہے کہ باہر سے روشنی، طاقت اور رہنمائی حاصل کی جائے۔

میں زیادہ طول دینا نہیں چاہتا، آپ حضرات کی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ کہا گیا، اس کے مؤاخذہ سے ہم لوگوں کو بچائے، ہم پر اس کی ذمہ داری نہ آئے اور قیامت میں آپ لوگوں کے سامنے ہم سب لوگوں کو جن کا تعارف کرایا گیا، شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



مناور کو کس طرح منارہ نور بنایا جاسکتا ہے؟

[۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء بروز یکشنبہ بعد نماز فجر۔]

بعد حمد و صلوة!

دین کا اصل موضوع اور رضائے الہی کی قیمت

میرے بھائیو اور دوستو! آپ جانتے ہیں کہ اللہ کا یہ دین جو خدا کے پیغمبر اپنے اپنے زمانہ میں اور ان شرف المرسلین و رسل الاولین والآخرین اخاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری بار اور ہمیشہ کے لئے لے کر آئے، اس دین کا اصل موضوع بے آخرت میں انسان کو اللہ کی رضا اور اس کے انعام سے سرفراز کرنا اور آخرت کی ابدال آباد کی زندگی کو ہمیشہ رہنے والی زندگی کو کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی کو پرورش نہیں پرورش کرنا، اور آخری ترقیوں تک اور ان نعمتوں تک جن کا تصور بھی اس دنیا میں ممکن نہیں ہے، اور جن کے متعلق آتا ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل میں خیال گذرا، ان نعمتوں تک پہنچانا، اصل موضوع اس کا اس آخرت میں اس زندگی کے بعد کی زندگی میں راحت اور لذت و عزت اور دوام

عطا کرنا ہے پھر ”لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ کا معاملہ ہوگا یعنی نہ وہاں کوئی خوف ہوگا نہ غم، خوف کیا ہے؟ آئندہ کا کھٹکا اکل کیا ہوگا؟ اہیسیہ نہ رہا تو کیا ہوگا؟ کوئی بیمار ہو گیا تو کیا ہوگا؟ کوئی عزیز مر گیا تو کیا ہوگا؟ کوئی حملہ ہو گیا تو کیا ہوگا؟ اقطح سالی ہوئی تو کیا ہوگا؟ طوفان آ گیا تو کیا ہوگا؟ کوئی ذلیل کرنے کے درپے ہوا تو کیا ہوگا؟ اور سب سے آخر میں یہ ہے کہ موت آئیگی تو کیا ہوگا؟ اور عزت ہوتی ہے، ماضی پر گزشتہ پر، ہائے حسرت یہ کام کیوں کیا، یہ بچوک کیوں ہو گئی، یہ انتظام کیوں نہیں کر لیا، یہ بات پہلے کیوں سمجھیں نہیں آئی، تو جنت میں دونوں چیزیں نہیں ہوں گی۔ ”لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ نہ آئندہ کا کھٹکا، نہ پچھلے کا افسوس، اس کی کھٹک اور خلش اور پھر اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر ”وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ الْكَبِيرِ“ اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑی ہوگی، اس کا ذائقہ تو وہی کچھ سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں کسی کی محبت ہو اور کسی کی عزت ہو، محبت تو اس لئے کہ محبوب کی ذرا سی پسندیدگی، اس کا دیکھ لینا، یہی انسان کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے محبت سے حصہ عطا فرمایا ہو، اس آخری کامیابی ہے اور عزت، اس لئے کہ جب کوئی معزز آدمی کسی سے خوش ہو جانا ہے، خوشی کا اظہار کرتا ہے، تعریف کرتا ہے، تو پھر آدمی پھولے نہیں سماتا، اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے، بہت سی اس کی مثالیں ہیں، پہلے انگریز حکام کے زمانہ میں ریاستوں کے زمانہ میں ایسا ہوا کرتا تھا کہ وہاں سے آئے اور کہا ”مہاراجہ صاحب ہنس کر بولے تھے، اور مہاراجہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ خیر بیت ہے؟ کہتے ہوئے ہاتھ بھی ذرا سا اٹھ گیا تھا، اور ہونٹوں، پتھوڑی مسکراہٹ بھی تھی، اس وقت بہت آدمی بیٹھے تھے، لیکن مہاراجہ صاحب نے میری ہی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہوا قاضی صاحب۔“

مزاج اچھلے؟ بال بچے اچھے ہیں؟ ایک صاحب کا واقعہ یہ ہے کہ گھر آئے تو بات نہیں کرتے تھے، بیوی بچوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ کوئی تکلیف ہوگئی؟ بہت مشکل سے بولے کہ میں حاکم سے بات کر کے آیا ہوں، اب اس منہ سے کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا، جیسے کوئی بہت مزیدار چیز کھائی ہو تو اس کے بعد کوئی کڑوی چیز یاد دلا کھلائے تو آدمی کہتا ہے منہ کامز اتراب ہو جائیگا، ابھی مز آ رہا ہے اس کا، تو انھوں نے کہا کہ اب حاکم سے بات کر کے آیا ہوں، اب کس سے بات کروں، بات کرنے کو جی نہیں چاہتا، یعنی وہ جو عزت ملی تھی، وہ جاتی رہے گی، وہ لذت جو حاصل ہوئی تھی جاتی رہے گی۔

آخرت کی عظمت و وسعت

میرے دوستو! وہ آخرت اس کا تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے، ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس سے آپ کہئے یا ابھی پیدا ہوا ہو، اس سے کوئی اگر بات کر سکتا ہو اور وہ بات سمجھ سکتا ہو تو اس سے کہئے کہ بیٹا! جب تم دنیا میں آؤ گے تو بڑا وسیع میدان ہوگا ہزاروں ہزار میل کا، وہاں باہر ہوائیں چل رہی ہوں گی، اور پانی برسے گا، وہاں پر ریلیں چلتی ہیں، اور وہ بچہ بے چارہ ماں کے پیٹ میں کیسا سمجھے کہ ریل کیسا بلا ہوتی ہے، ریل کا بے پر چلتی ہے اور کتنی تیز چلتی ہے، اور تو اور ہوائی ہہاز اڑیں گے، بچہ ماں کے پیٹ میں ہے اور یہ اس کے رہا ہے کہ ایسا بھی وقت آ سکتا ہے کہ ہوائی جہاز میں بیٹھو گے، بالکل ایسے ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آخرت کا معاملہ ہے۔

یہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت ہے اور اس کی مصلحت ہے کہ اتنا بھی ہماری سمجھ میں آگیا، ورنہ ہماری سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ اس زندگی کے

بعد کی زندگی میں کیا ہوگا، کیا ملے گا، وہ کتنی وسیع ہوگی، مَعْرُضَهَا السَّمَوَاتُ
 وَالْأَرْضُ، اس کی وسعت میں زمین و آسمان ایسے ہیں کہ جیسے سمندر میں کوئی
 کنکری، شکی ڈال دے، یہ بھی پتہ نہیں چلے گا، گئی کہاں؟ تو ایسے ہی یہ ساری دنیا
 حدیث میں آتا ہے، "موضع سوط فی الجنة خیر من الدنيا وما فیها" ایک کوڑا
 رکھنے کی (پھیلا کر کے نہیں، کھڑا کر کے) رکھنے کی جگہ ساری دنیا سے وسیع ہے تو اس
 اس آخرت کا تو کیا کوئی تصور کر سکتا ہے، اور پھر آخری بات یہ ہے کہ "وَرِضْوَانٌ مِّنْ
 اِلٰهِ الْاَبَرِّ" اللہ کی رضا کہ جب بندوں کو معلوم ہوگا، جنت میں کہ اللہ راضی ہوا،
 میرا مالک یہاں راضی ہے، اب مجھ سے خوش ہے، اب ناراضگی کا کوئی کھٹکا نہیں
 اس کی لذت کو، اس کی عزت کو تو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

تو دین کا اصل موضوع ہے اس آخرت میں کامیابی دلانا، اس آخرت کے
 خطروں سے بچانا، اچھی طرح سمجھ لیجئے، اس آخرت کا عیش نصیب کرنا، اس
 آخرت میں زندگی دوام، ہمیشہ رہنے والی، کبھی فنا نہ ہونے والی زندگی عطا کرنا
 ہے، اللہ فرماتا ہے "لَا يَدْرُؤُوكَ فِيهَا الْمَوْتُ الْاُولٰٓئِی" جب اس
 دنیا سے جانے لگیں گے تو ایک ہی مرتبہ موت کا تجربہ ہوگا، اور اس کے بعد موت کا
 کوئی امکان نہیں، پھر موت نہیں آئیگی، یہ دین کا اصل موضوع ہے، اس لئے کہ
 دین جتنا بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے جتنا خوش ہوتا ہے، اس کے انعام کی
 اس دنیا میں کوئی گنجائش نہیں، اس دنیا میں تو بہت چیزوں کی گنجائش نہیں،
 کتنے آدمی ہیں جن کو شادی مرگ ہو جاتی ہے، ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ برداشت
 نہیں کر سکے، اور دم نکل گیا، تو اللہ تعالیٰ کے اصل انعامات کی تو اس دنیا میں

گنجائش نہیں، اس لئے اس نے آخرت رکھی ہے۔

وہ جنت حقیقی جنت ہے، اور وہ زندگی حقیقی زندگی ہے، اور وہ گھر حقیقی گھر ہے۔

دین پر عمل کرنے سے دنیا میں بہشت کا مزہ

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دین میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اس زندگی میں بھی جنت کا کچھ لطف آنے لگے، عارفوں کو تو چھوڑ بیٹے وہ تو کہتے تھے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کیا عیش کر رہے ہیں کس لطف میں ہیں تو ہمیں بیٹھنے نہ دیں، تلوار لے کر ہم پر حملہ کریں، اور کوئی اللہ کا بندہ کہتا تھا کہ میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے مجھ سے کیا چھین سکتا ہے، میری جنت میرے سینہ کے اندر ہے، میں کھڑا ہوں تو جنت، میں بیٹھوں تو جنت، جنتی فی صداری، میری جنت میرے سینہ کے اندر ہے، متوسط درجہ کے مسلمانوں کو بھی اس زندگی میں وہ رات وہ عزت، وہ سکون حاصل ہو سکتا ہے، کہ جس کی غیر مسلم جو دین سے نا آشنا ہیں، تصور نہیں کر سکتے، مگر شرط یہ ہے کہ اس دین پر عمل کریں، اور وہ دین محض قومیت کا دین نہ ہو، رجسٹر میں نام لکھانے کا دین نہ ہو، اور فائدے حاصل کرنے کا دین نہ ہو، کہ مسلمان کے گھر میں اس کی وجہ سے شادی ہو جاتی ہے، رشتہ ہو جاتا ہے، اور عید بفرعید میں ملنے کا مزہ آتا ہے، اور شادی بارات میں پوچھے جاتے ہیں، بلائے جاتے ہیں، یہ دین اس کا نہ ہو، اس دین سے راحت نہیں حاصل ہوگی، اس دین سے کوئی سکون نہیں ہوگا، اس دین سے کسی بستی میں رحمت و برکت نازل نہیں ہوگی اور آفتیں دور نہیں ہوں گی، دین جو محض فائدہ اٹھانے کے لئے نہ ہو بلکہ بندگی

کا دین ہو، شریعت میں جو حکم ہو اس کو مانے، ایسی بستیوں کا پھر حال یہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا
وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ
مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
(الاعراف - ۹۶)

اگر بستیوں والے کچھ ہم سے ڈرتے
اور بہارا پاس کرتے اور ایمان لاتے
اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر
آسمانوں اور زمین کی برکتوں کے
دہانے کھول دیتے۔

اور کہیں آتا ہے :-

لَا تَكُونُوا مِن قَوْمِ مَدْيَنَ
الَّذِينَ كَانُوا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ
يَكْفُرُونَ
أَرْجُلِهِمْ
(المائدہ - ۶۶)

اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور پاؤں
کے نیچے سے بھی کھاتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس دنیا میں بھی، دین کا جو مقام ہے جو مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں جو اس کی عزت ہے، اس کا تو تقاضا یہ ہے کہ آخرت ہو اور آخرت میں وہ سب کچھ ملے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی زندگی بنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کی، اس کی خوشنودی کی یہاں سمائی نہیں، آپ ایک ستارہ پر آباد ہیں، جو سب سے چھوٹا ستارہ ہے، اگر دوسرے ستاروں کو آپ دیکھیں، ان کے رقبہ کو آپ معلوم کریں، ان کے فاصلے معلوم کریں، اور ان کی تعداد معلوم کریں تو معلوم ہو کہ یہ زمین ایک ذرہ ہے اس نظام شمسی میں یہ زمین حقیر ترین چیز ہے، اس پر ہم اور آپ اتنے ریچھ رہے ہیں، معلوم نہیں کیا کیا دجوسے کر رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی کائنات اتنی وسیع ہے، کہ جس کا آپ کوئی تصور ہی

نہیں کر سکتے، ”فِي يَوْمِ كَانُوا مَقْدَارًا خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ“ وہ فاصلہ ہے کہ یہاں کی چیز جب وہاں جاتی ہے تو آپ کے حساب سے پچاس پچاس ہزار برس اور کم سے کم ایک ہزار برس لگ جاتا ہے اور ابھی خلا میں جو لوگ گئے ہیں وہ اس طرح کے حسابات بتاتے ہیں۔

لیکن میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلَ الْبُحْرِ آمِنُوا
وَإِنَّكُمْ لَمَعْلَمُونَ عَلَيْهِم بَرَكَاتٌ
مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے
اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر
آسمان اور زمین کی برکات (کے)

(الاعراف - ۹۶) دروازے کھول دیتے۔

دین پر عمل کرنے کی برکتوں کو دیکھنے کے لئے دنیا سفر کر کے آئیگی

خدا کی قسم، اگر مسلمان کسی بستی میں خلوص کے ساتھ، سنجیدگی سے اور ایمان داری کے ساتھ شریعت پر عمل کریں تو جنت کا ایک نئے وہ یہیں اللہ تعالیٰ دکھائے آپس میں وہ محبت ہو، دلوں میں وہ اعتماد ہو، وہ اطمینان ہو، ایسی جگہ کی نیند سوئیں، ایسے آرام کے ساتھ اپنا کام کریں، ہر کام بنتا چلا جائے، ہر چیز میں برکت ہو کہ لوگ باہر سے آ کر جیسے سینٹوریم میں لوگ جاتے ہیں، صحت افزا مقامات پر جلتے ہیں، اسی طرح یہ دنیا کے لئے ہوئے لوگ، یہ جن کا قیمہ کر دیا گیا ہے، جن کے دل و دماغ کا قیمہ کر دیا گیا ہے، جن کو سکون نصیب نہیں ہے، امر مکہ و یورپ کے لوگ جن پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے، بشکل دولت، بشکل طاقت، بشکل وسائل، بشکل ترقی،

وہ لوگ سانس لینے کے لئے آئیں گے، ایسی بستیموں میں اور بڑی سے بڑی قیمت ادا کریں گے کہ ایک درخت کے نیچے ہم کو آپ چار گھنٹے رہنے دیجئے کہ ہم اس فضا میں سانس لے لیں، تاکہ جب ہم یہاں سے جائیں تو ہمارے اندر ایک طاقت ہو۔

دین پر ناقص عمل اور شریعت کے حصے بخرے

مگر کیا کہیں کس سے فریاد کی جائے کہ مسلمانوں نے اس شریعت کی قدر ہی نہیں کی، اللہ کے رسول کی لائی ہوئی اس نعمت کی قدر ہی نہیں کی، کہیں ایک چیز ہے تو چار چیزیں نہیں، کہیں چار چیزیں ہیں تو دس چیزیں نہیں، کہیں نماز ہے تو روزہ نہیں، کہیں روزہ ہے تو نماز نہیں، کہیں نماز روزہ دونوں ہیں تو زکوٰۃ نہیں، اور کہیں نماز روزہ، زکوٰۃ ہے تو حج نہیں، اور کہیں یہ چاروں چیزیں ہیں تو آپس میں جو حقوق ہیں مسلمانوں کے جن کا ادا کرنا ضروری ہے ان کا ذکر نہیں، کہیں عقائد درست ہیں تو عبادات درست نہیں، اور اگر عقائد و عبادات درست ہیں تو معاملات درست نہیں، گھر گھر ناچاتی، بھائی بھائی کے خون کا پیسا، اس کی عزت و آبرو کے درپے، کہیں جعلی مندر، کہیں فیون رکھوادی، کہیں چرس اور بھنگ رکھوادی، کہیں کوکین رکھوادی، پکڑوادی، یہ مسلمانوں کی بستیموں میں ہو رہا ہے، انشاء اللہ آپ کی بستی اس سے محفوظ ہوگی اور مجھے کچھ معلوم بھی نہیں، میں تو اچھی ہی باتیں یہاں کے متعلق سن رہا ہوں، قاضی قدرۃ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے حالات برسوں سے سن رہا ہوں ان کا معتقد ہوں، ایسے ہی اور اللہ کے بندے آپ کے یہاں اچھے گزریے ہوں گے

میں واقف نہیں، بہت سفر کرتا رہتا ہوں، جس بستی میں گیا وہاں شکایت سنی کہ صاحب بس یہاں پوچھئے نہیں، جو حالت ہو رہی ہے، ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا، اللہ کی شریعت کی یہ قدر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی یہ قدر کہ ایک چیز مکڑی اور چار چیزیں چھوڑیں، آج کوئی بستی دنیا میں، روئے زمین پر یہ کر کے دکھا دے، تو دیکھئے وہاں ٹکٹ لگ جائے، سیکڑوں ہزاروں روپے کا ٹکٹ لگ جائے داخلہ کا، یہ بھی مجبوری سے کہ اگر سب کو آنے دیا جائے تو پھر آدمی بیٹھ کیسے سکے گا، عوزیں کیسے رہ سکیں گی، بچے کیسے کھیل سکیں گے، اس لئے ٹکٹ لگایا جائے، انتظاماً کہ یہاں قدم رکھنے کے لئے پانچ سو روپیہ کی فیس داخل کرو، تو یہاں تم آ سکتے ہو، اور یہاں سے گزر جاؤ ایک مرتبہ ایسی وہ زمین منبرک بن جائیگی، مگر افسوس ہے کہ سب کچھ کریں گے مسلمان، ہزار تدریسیں کریں گے کافر بھی بنا دے کہ یہ آرام کا طریقہ ہے تو اس کو اختیار کریں گے، لیکن اللہ کا رسول جو کہتا ہے کہ اس میں آرام ہے، اس میں راحت ہے، اس میں عزت ہے، اسی کو نہیں اختیار کریں گے، بھلا بتائیے اس ناقدری کی بھی کوئی حد ہے کہ اگر کوئی حکیم کہہ دے، ڈاکٹر کہہ دے، کوئی غیر مسلم اسپرٹ کہہ دے، کوئی سیاسی لیڈر کہہ دے کہ دیکھو یہ کرو تو کرنے کے لئے تیار ہزاروں روپے خرچ کرنے کے لئے تیار، لیکن اللہ کا محبوب رسول یہ کہتا ہے کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے، اس میں تمہارا نقصان ہے، اس کو نہیں مانیں گے۔

امتِ محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

ہمیں شکایت ہے صاحبِ مسلمان ہی ہر جگہ ذلیل ہیں، مسلمان ہی ہر جگہ مائے جلتے ہیں مسلمان ہی ہر جگہ پریشان ہیں، وہ جیسے کوئی اپنا مرہن ہوتا ہے تو اس کو بدر پر سبزی نہیں کرنے دیا جاتا، اس طریقہ سے اس امتِ مرحومہ امتِ محمدیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ پاؤں گے تو اس راستہ سے پاؤں گے، تمھارے لئے راستہ یہ مقرر ہے، یہ محبت کا راستہ تھا، یہودیوں کا مرض کیا تھا؟ ان کو جو کچھ ملا وہ دین کے راستے سے ملا، نبوت کے راستہ سے ملا، لیکن خدا کے بندے اسی راستہ کے باغی تھے، وہ دوسرے راستوں سے عزت چاہتے تھے، اسی لئے "الْمُخَضَّوْبِ عَلَيْهِمْ" کہا کہ خدا کا غضب ان پر ہو، ہم نے ان کو عزت دی۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَائِيْلُ اذْكُرُوْا النِّعَمَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَلَا فُضِّلْتُمْ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ
 اے نبی اسرائیل میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے، اور یہ کہ میں نے تم کو اہل عالم پر فضیلت

(البقرہ - ۱۲۲) بخشہ۔

دو مرتبہ تمیں مرتب کہا، اور اس کے بعد "اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اَوْفِ بِعَهْدِكُمْ" (تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمھارے عہد کو پورا کروں گا) انھوں نے کہا نہیں، اب آپ ہی اپنا عہد پورا کیجئے، ہم تو نہیں عہد پورا کریں گے۔

عقائد و عبادات میں مسلمانوں کا طرز عمل

مسلمانوں کا حال یہ ہو رہا ہے کہ پوری شریعت پر نہیں چلتے، بھٹی ایک حکیم کے نسخہ ہی میں آپ ترمیم کر کے دیکھ لیجئے کہ کیا انجام ہوتا ہے کیا حکیم اور کیا اس کا نسخہ؟ لیکن چار چیزیں دی تھیں، ہر دو جو اس میں تھی، ہر چیز جو تھا، وہ کسی مصلحت سے تھا، اب آپ نے اس میں کتر بیونت شروع کر دی، اور کہا چار چار چیزیں کیا کریں پس دو ہی چیزیں کافی ہیں، اب کہتے ہیں کہ صاحب نزل نہیں گیا پیٹ کا درد نہیں گیا، تو حکیم کے نسخہ میں ترمیم کرنے سے تو آپ کو یہ نقصان پہنچتا ہے، اور کوئی عقلمند آدمی نہیں کرتا، اور اللہ کے رسولؐ کے بتائے ہوئے نسخہ میں ترمیم، صاحب عقائد لیں گے، عبادات سے مطلب نہیں، عبادات لیں گے، عقائد سے مطلب نہیں، عقیدہ اور عبادت کا حال یہ ہے کہ

کرے غیر گریب کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کو اکب میں مانے کرشمہ تو کافر

گرمونوں پر کشادہ ہیں راہیں

پرستش کریں شوق سے جس کی جاہیں

وظیفے جتنے چاہو پڑھو، لیکن اگر یہ کہو کہ نہیں اس میں شرک ہے،

یہ بدعت ہے، یہ خلافت شریعت ہے، تو آپ کو اس سے مطلب نہیں، یہ شریعت پر چلنا ہے؟ اس کا نام اطاعت ہے؟ یہی تو یہودیوں نے کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب تمہارا کام نہیں چلے گا، جب تک کہ تم پوری کتاب پر

نہ چلو، سورہ مائدہ میں دیکھیے، فرمایا کہ نہیں، تمہیں پوری کتاب پر عمل کرنا ہے، تمہیں پورے دین پر چلنا ہے، جب جا کر کام بنے گا، تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دین کی قدر تو آئے گی، آخرت میں، اس کو نو کوئی بیان ہی نہیں کر سکتا، دنیا میں بھی اس کا مزہ دیکھیے۔

ہم نے اپنی زندگی سے لوگوں کو اسلام سے روکا

آج ہم مسلمانوں کی زندگی اگر اسلامی ہوتی تو یہ ملک اسلام سے اتنا نا آشنا ہوتا؟ یہ اسلام سے اتنا متنفر ہوتا؟ ہرگز نہ ہوتا، مگر لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری ہی زندگی مسلمانوں کی نہیں، تمہارے گھر جو بنا اتفاقیات ہیں، جو مقدمہ بازی ہیں، وہ ان سے زیادہ ہیں، ہم جتنی نا سمجھی کرتے ہیں اور جتنے عقل کے خلاف کام کرتے ہیں، وہ نہیں کرتے، ہم جتنے شست ہیں غافل ہیں، بے کار ہیں، وہ نہیں ہیں، ہم جتنے جاہل ہیں، بے پڑھے ہیں، وہ نہیں ہیں، تو کیا کشش ہو کہ وہ اسلام کی طرف راغب ہوں، جہاں کہیں کوئی بسنی ایک نمونہ کی بسنی بن جاتی تھی، مثالی بسنی بن جاتی تھی، وہاں دیکھ لیجئے، اسلام کس طرح پھیلتا تھا، انڈونیشیا میں کیا ہوا؟ یہ جو آپ سنتے ہیں کہ مسلمان اکثریت میں ہیں، یہ صورت کیا ہمیشہ سے تھی؟ یہ تو بحر ہند کے جزیرے ہیں، عرب سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، اور جزیرے کی طرح جزیرے ہیں، تو یہ تو بے سیکڑوں، ہزاروں جزیرے ہیں، جن کے مجموعہ کا نام انڈونیشیا ہے، اور وہاں اسلام ایسا پھیلا، ایسا پھیلا کہ تھوڑے سے وہاں غیر مسلم ہیں، باقی سب مسلمان ہیں، وہاں جو عرب تاجر

گئے، دکان کھول لی، وہاں بیٹھ گئے، ان کی صورت و سیرت دیکھ کر ان کے اخلاق دیکھ کر، ان کی ایمانداری دیکھ کر، ان کی اللہ کے یہاں قبولیت دیکھ کر اور ان کی دعاؤں کی مقبولیت دیکھ کر، ملک کا ملک مسلمان ہو گیا، عرب تاجر اور عرب صوفی، اللہ کا نام سکھانے والے دوسرے طبقے ہیں، جنہوں نے ہر جگہ اسلام پھیلا دیا ہے، وہاں انڈونیشیا میں، فلپینا میں، اور یہاں ہندوستان میں انہیں دوطبقوں نے اشاعتِ اسلام کا کام کیا، خود مشرقی بنگال جو ہندوستان کا بالکل مشرقی حصہ ہے، انہیں لوگوں کی کمائی ہے۔

احکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی نوحست

یہ بھی شرفاء کی ایک بستی ہے، یہ بھی سمجھ دار لوگوں کی اور تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک بستی ہے، اور بھی ہر طرح کے لوگ ہیں، دین پر پورا عمل تو بہت بڑی بات ہے، اللہ نصیب کرے، لیکن دین پر عمل کرنے کی سنجیدہ کوشش کریں، ایمانداری کے ساتھ دین کے تمام شعبوں پر، ہم نے اچھے اچھے گھروں میں دیکھا ہے، سب کچھ ہے، لیکن ترک تقسیم نہیں ہوتا، شرعی طریقہ پر نتیجہ یہ ہے کہ فساد کا ایسا بیج بویا گیا ہے کہ پشتوں تک وہ ختم نہیں ہوتا۔

بس بھائیو! یہی کہنا ہے کہ اصل تو اس دین کا فائدہ اور اس دین کی برکت تو ظاہر ہوگی مرنے کے بعد آنکھ بند ہوئی اور پتہ چل گیا کہ نماز کیا دلارہی ہے اور کلمہ کیا دلارہا ہے، اور کہاں ہو تم، اللہ نصیب کرے ہر مسلمان کو، ہم کو اور آپ کو خاص طور پر، لیکن اس دنیا میں بھی اس شریعت کی برکت ظاہر

ہو کر رہتی ہے۔

عقائد و اعمال کی تاثیر اور معاصی کے نتائج و اثرات

جب اللہ تعالیٰ نے سنگھیا میں اثر رکھا ہے، ہزاروں برس سے آج بھی کوئی سنگھیا کھائے، صاحب پرانی باتیں ہیں، کسی نے لکھ دیا ہوگا، سنگھیا کو بہت عرصہ ہو گیا، اب کہاں کوئی سنگھیا سے مرنا ہے، کوئی تجربہ کر کے دیکھے، اس کا تجربہ تو کوئی نہیں کرے گا، میں کہتا ہوں کہ گل بنفشہ اور برگ گاؤزباں اور عناب ولایتی اور یہ حکیم فضل اللہ صاحب کے یہاں جو دوا میں ملتی ہیں، حکیم قاضی قدرۃ اللہ صاحب بھی یہی کہتے تھے، اور اگر ان کے مورث طبیب رہے ہوں گے تو وہ بھی یہ کہتے تھے، سیکڑوں برس سے یہ بتایا جاتا ہے، کہ گل بنفشہ کی یہ تاثیر ہے، اور برگ گاؤزباں کی یہ، اور خطمی کی یہ اور خبثازی کی یہ اور فلاں کی یہ اور آج تک اس میں تاثیر موجود ہے، اور جب ان دواؤں میں یہ تاثیر سیکڑوں ہزاروں برس سے چلی آرہی ہے، طب یونانی کب تھی؟

لے مناور کے مشہور حکیم، حکیم فضل اللہ ندوی فرزند قاضی قدرۃ اللہ صاحب بروم۔

یونان کہاں تھا؟ کب تھا؟ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے کا زمانہ ہے، یونان کے عروج کا زمانہ، حضرت مسیح کو دو ہزار برس کے قریب ہو گئے، تو حضرت عیسیٰ سے بھی معلوم نہیں کتنے سو برس پہلے یونان کا عروج ہوا ہے، اس وقت ان لوگوں نے یہ خاصیتیں دریافت کی تھیں دو اؤں کی، ہمارے یہاں طب یونانی چلی آرہی ہے، بعد میں عربوں نے اس میں بڑا اضافہ کیا، مگر اس کی اصل جو ہے وہ یونانی ہے تو یونانی حکماء جو کہیں وہ تو آج تک پورا ہو، اور اللہ کے رسولؐ جو کہیں، اور ابھی جن کو زمانہ بھی اتنا نہیں گذرا، اور اس میں ہم کو شک ہو، یہ کیسا ایمان ہے؟ کہاں کا ایمان ہے؟ کہ گل بنفشہ کے اثر پر تو تمہیں ایمان ہے، اور اللہ کے رسولؐ کا کہنا کہ ”سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم“ جو ہے ”کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حیبتان الی الرحمن“ یہ زبان پر ہلکے اور اللہ کی ترازو میں بھاری اور اللہ کو بہت محبوب ہیں، یہ ”سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم“ اس پر ہمیں اعتماد نہیں؟ ترکہ تقسیم کرنے سے یہ برکت ہوتی ہے، ہمارا اس پر عقیدہ نہیں، گناہ میں یہ یہ خاصیت ہے، بعض گناہ ایسے ہیں، جن سے وہ بائیں پیدا

ہوتی ہیں، بعض گناہ ایسے ہیں، جس میں رزق میں برکت اٹھ جاتی ہے، بعض گناہ ایسے ہیں، ان سے موتیں جلدی ہونے لگتی ہیں، زندگیاں کم ہوتی ہیں، حضرت تھانوی قدس سرہ کا رسالہ دیکھئے ”جزاء الأعمال“ اس میں دیکھئے کہ کن کن اعمال پر کیا کیا اثرات شریعت کی طرف سے بتائے گئے ہیں کہ اس کی یہ نحوست، اس کی یہ نحوست، آج دیکھ رہے ہیں ہم دنیا میں، اس پر ہمارا ایمان ہے، جس خطہ زمین پر جس زمانہ میں، جتنی دیر کے لئے، جتنے وقت کے لئے شریعت پر عمل ہوا کھلی ہوئی برکتیں خدا کی نظر آئیں، اس کے خلاف۔

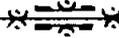
وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ
مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ
الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ لُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ
وَنُصِّلِهِ جَهَنَّمَ

اور جو شخص سیدھا راستہ
معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی
مخالفت کرے اور مومنوں
کے رستے کے سوا اور رستہ
پر چلے تو جہنم چلتا ہے
ہم اُسے اُدھر ہی چلنے
دیں گے، اور (قیامت
کے دن) جہنم میں داخل
کریں گے۔

(النساء - ۱۱۵)

جو اس کے خلاف کرے گا، وہ دیکھ لے گا چاہے تُو سُر کا

ہو جائے اور سرکاٹ کر کے رکھ دے اور ساری دنیا کے سامنے
 ناک رگڑے تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ عورت ملے گی نہ راحت
 ملے گی، نہ سکون، مسلمان کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ دین
 شریعت کا۔



مجموعہ اصلاحیات مولانا ابوالحسن علی ندوی:

”تحفہ کشمیر“۔ ان تقریروں و خطبات کا مجموعہ جو اکتوبر ۱۹۸۱ء میں سری نگر کشمیر کے مختلف اجتماعات و تقریبات کے موقعوں پر کیے گئے۔

”..... قرب مکانی، مسائل و مشکلات ذاتی و اقلیت اور مقرر کی عمر و تجربہ کی پختگی کی بنا پر ان تقریروں میں بعض ایسے خفائے و مضامین آگئے ہیں جو نہ صرف اہل کشمیر بلکہ بیشتر اسلامی ممالک کے اہل فکر و نظر کے لئے لائق توجہ اور مستحق غور و فکر ہیں (صرف اردو میں دستیاب ہے)۔
 ”تحفہ دکن“۔ حیدرآباد و اورنگ آباد کے مختلف اجتماعات و مجالس (اکتوبر ۱۹۸۱ء) کی وہ تقریریں جن میں دینی و علمی رہنمائی، ایک نئے ای دین اور باخبر و صاحب فکر عالم کے نقطہ نظر سے حالات حاضرہ کا جائزہ لیا گیا ہے اور ملت اسلامی ہند کے باشعور اور ذمہ دار طبقہ کی ذمہ داریاں اور فریضے کی نشاندہی کی گئی ہے (صرف اردو میں دستیاب ہے)۔

”تحفہ مشرق“۔ سفر بنگلہ دیش (مارچ ۱۹۸۲ء) کی پانچ فکر انگیز و ایمان افروز تقریریں جن میں بصیرت ایبانی، مطالعہ قرآنی اور تحقیقت پسندی سے کام لیا گیا ہے اور جن میں مسلمان دانشوروں و ذمہ داروں مسلم معاشرہ کے لئے یکساں طور پر دعوت و فکر و عمل ہیں (صرف اردو میں دستیاب ہے)۔
 ”تحفہ دین و دانش“۔ دورہ ماہوہ، اہلیقن و اندور (نومبر ۱۹۸۲ء) کی تقریروں کا مجموعہ جن میں ملک تیزی سے بدلنے ہوئے بلکہ بگڑتے ہوئے حالات اخلاقی بحران، مسلم معاشرے کی تشویش انگیز کمزوریوں اور بیماریوں کی نشاندہی و علاج بتایا گیا ہے اور دینی تعلیم کی ضرورت اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے اور اس کی طرف سے مسلمانوں کی غفلت پر تنبیہ و تذکرش ناک نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے اور ایک اصلاحی دعوت و پیغام اور ایک نقشہ عمل (صرف اردو میں دستیاب ہے)۔

”تحفہ پاکستان“۔ مولانا ندوی کی وہ اہم اور فکر انگیز تقریریں جو دورہ پاکستان (جولائی ۱۹۷۷ء) کے موقع پر مختلف اجتماعات و ملازمتوں اور کراچی، اسلام آباد، قیصل آباد اور لاہور میں کی گئیں ان تقریروں و دلائع کو چھپوٹا اور دل کے تاروں کو بھی چھپوٹا اور ملک و ملت کے مسائل میں از سر نو سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی ایک تحریک پیدا کر دی جن میں دوسرے علاقوں کے حقیقت پسند دانشور اور ملک و ملت کا درد رکھنے والے حلقوں کے لئے بھی سامان و عظمت اور غور کے لئے ایک اہم مواد ہے (صرف اردو میں)۔
 نوٹ: قیمتی ہمارے قہرست کتب میں ملاحظہ فرمائیے۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام آباد ۱۱۹ لکھنؤ

(ندوة العلماء)